مجلّہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایما اور قائد اعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا۔

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

طلوع اسلام

ماھنامہ ______ لاھور

****

انتظامیہ ادارہ طلوع اسلام

چیرمین:۔ بریگیڈیر (ریٹائرڈ) اعزاز الدین احمد خاں

ناظم:۔ محمد لطیف چوہدری

مدیر مسئول:۔ محمد لطیف چوہدری

مجلس ادارت:۔ میجر محمد یوسف ڈار - محمد عمر دراز

ناشر:۔ عطاء الرحمٰن ارائیں

طابع:۔ خالد منصور نسیم

مطبع:۔ النور پرنٹرز و پبلشرز

3/2 فیصل نگر ملتان روڈ لاہور۔54500

مقام اشاعت:۔ 25-B گلبرگ 2 - لاہور۔ 54660

خط و کتابت

ناظم ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ)

25 - بی گلبرگ - 2 لاہور 54660

ٹیلی فون: 876219

فہرست مشمولات

لمعات	ادارہ	2
نشان منزل	ادارہ	6
کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے	اعزاز الدین احمد خان	12
احادیث کا صحیح ترین مجموعہ	علامہ غلام احمد پرویزؒ	30
حکومت کے وسائل	اصغر علی گرال	54
حقائق و عبر	ادارہ	57
مولانا آزاد کے ارشادات	ادارہ	58
بچوں کے لئے	ادارہ	59
عندلیب گلشن ناآفریدہ	ڈاکٹر صلاح الدین	60
IQBAL (R)	اعزاز الدین احمد خان	62
انگریزی مضمون	اعزاز الدین احمد خان	80

جلد 47 | شمارہ 11 | نومبر 1994ء

بدل اشتراک

فی پرچہ -/10 روپے | اندرون ملک 120 روپے | بیرون ملک : 18 امریکی ڈالر

لمعات

1- حذر اے چیرہ دستاں ....

وطن عزیز میں برسراقتدار طبقہ بقول اپوزیشن لوٹ کھسوٹ میں مگن ہے اور اپوزیشن بقول حزب اقتدار اپنے چھنے ہوئے اقتدار کی بازیابی کے لئے عوام کو سڑکوں پر لانے کے جہاد عظیم میں مصروف۔ عوام مفلسی کی زد میں ہیں یا فرقہ واریت اور پارٹی بازی کے استبداد کا شکار۔ روز مرہ واقعات کا احاطہ کرنا ایک ماہنامہ کے بس کی بات نہیں کیوں کہ پرچہ جب قارئین تک پہنچتا ہے تو اخباروں کی سرخیاں کچھ اور کہہ رہی ہوتی ہیں۔ لہذا ہم نہ لیڈران قوم کی چیرہ دستوں کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں نہ مذہبی پیشواؤں کی ریشہ دوانیوں کا تذکرہ ہمارا موضوع ہے۔ اس تحریر سے ہمارا مقصد اللہ کے ان غیر متبدل قوانین کو سامنے لانا ہے جنہیں اس نے قوموں کے عروج و زوال اور موت و حیات کے حقیقی اسباب کے طور پر بیان کیا ہے۔ وہ قوانین ہیں:۔

(1) جب کسی معاشرہ میں شرف و عزت کا معیار دولت قرار پا جائے اور محنت سے روٹی کمانے والے شریف اور دیانتدار لوگوں کو ذلت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قوم نوحؑ کے ساتھ ہوا۔

(AL-QURAN 14:9-11:25-49 - 7:59-65 - 25:37 - 23-23-30 - 26:112-116 - 71:1-18 (نوحؑ)

(2) جب اپنوں اور بیگانوں کا معیار، نظریات زندگی کی ہم آہنگی کی بجائے، رنگ، نسل یا وطن کا اشتراک قرار پا جائے تو وہ نظام بھی آخر الامر تباہ ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس معیار کی رو سے اس پارٹی، جماعت یا قوم میں شریف اور بدمعاش، دیانتدار اور بددیانت، مجرم اور بے گناہ، حق اندیش اور غلط کوش سب یکجا جمع ہو جاتے ہیں اور اس قوم کے افراد کی حیثیت سے ان میں کوئی تمیز روا نہیں رکھی جا سکتی۔ اس قسم کا معاشرہ بھی تباہ ہو کر رہتا ہے۔ یہ حقیقت بھی قوم نوحؑ کے تذکرہ کے ضمن میں سامنے آتی ہے۔

(AL-QURAN 14:9-11:25-49 - 7:59-65 - 25:37 - 23-23-30 - 26:112-116 - 71:1-18 (نوحؑ)

جو قوم جبر و استبداد کی بنا پر حکومت کرے اور استحصال عامہ ان کا شعار ہو، وہ قوم کبھی تباہی سے نہیں بچ سکی، خواہ وہ تمدن و تہذیب کی کتنی بلندیوں تک کیوں نہ پہنچ چکی اور سائنٹفک

تحقیقات میں بھی کتنی ہی آگے کیوں نہ بڑھ گئی ہو۔ قوم عاد کی سرگزشت سے یہ حقیقت سامنے آ جاتی ہے۔

(AL-QURAN 11:50-60 - 7:65-72 - 41:15 - 29:38 - 64:21-26 - 89:6-8 (عادؑ

(4) جس نظام میں وسائل رزق پر زور آور لوگ قابض ہو جائیں اور کمزوروں اور غریبوں پر رزق کے راستے بند کر دیئے جائیں اور وہ اپنی روٹی کے لئے ان کے دست نگر اور محتاج ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت اسے تباہی سے نہیں بچا سکتی۔ قوم ثمود کی سرگزشت اس حقیقت کی آئینہ دار ہے۔

(AL-QURAN 7:65-79 - 11:61-68 - 41:17 - 19:11-15 (ثمودؑ

(5) جس قوم میں تجارتی کاروبار لوٹ کھسوٹ کا ذریعہ بن جائے وہ قوم بھی تباہی سے نہیں بچ سکتی۔ یہ حقیقت قوم حضرت شعیبؑ کی سرگزشت سے ہمارے سامنے آتی ہے۔

(AL-QURAN 7:85-93 - 11:84-95 - 29:38 (شعیبؑ

(6) جس قوم کا نظام سیکولر ہو۔ یعنی اس میں پوجا پاٹ وغیرہ کی حد تک مذہبی آزادی ہو' لیکن کاروباری دنیا میں مستقل اقدار اور خدا کے غیر متبدل اصولوں کو دخل انداز نہ ہونے دیا جائے' وہ قوم بھی تباہی سے نہیں بچ سکتی۔ یہ حقیقت بھی قوم شعیبؑ کی سرگزشت سے ہمارے سامنے آتی ہے۔

(AL-QURAN 7:85-93 - 11:84-95 - 29:38 (شعیبؑ

(7) جس قوم میں جنسی بدنہادی عام ہو جائے اور اخلاقی ضوابط اور پابندیوں سے بے اعتنائی برت کر فحاشی اور بے حیائی کا شیوہ اختیار کر لیا جائے اس قوم کی کشتی بحیرہ مردار میں ڈوب جاتی ہے۔ قوم لوطؑ کا انجام اس حقیقت کا آئینہ دار ہے۔

(AL-QURAN 7:80-84 - 11:69-83 (لوطؑ

(8) جس قوم میں قانون کی حکمرانی کے بجائے برسراقتدار فرد یا گروہ کے من مانے فیصلے عوام پر مسلط کئے جائیں اور اس طرح استبداد اور قہرمانیت انسانیت کو ذبح کرنے لگ جائے' اور مذہبی پیشوائیت کی اسے تائید حاصل ہو' اس کا حشر وہی ہوتا ہے جو قوم فرعون کا ہوا تھا۔

(AL-QURAN 7:103-137 - 11:96-99 - 23:45-48 (فرعونؑ

اپنے معاشرہ پر غور کیجئے اور پھر سوچئے کہ قوموں کو تباہ کرنے والے جرائم کی جو فہرست قرآن کریم نے پیش کی ہے' ان میں کوئی ایک جرم بھی ایسا ہے جو ہمارے معاشرہ میں عام نہ ہو چکا ہو' اور پھر اس پر بھی غور کیجئے کہ ان جرائم کی وجہ سے اگر ماضی میں ایسی تباہی آ سکتی ہے تو ہم اس سے کیسے محفوظ رہ سکتے

ہیں- بات تو ساری دیر سویر کی ہے- ان کی مہلت کا عرصہ ختم ہو گیا اس لئے عذاب اپنی محسوس شکل میں جلدی سامنے آگیا- ہماری مہلت کے وقفہ میں کچھ دیر باقی نظر آتی ہے' اس لئے' اگر حالات یہی رہے اور ہم نے اپنی تخریب کو تعمیر میں نہ بدلا تو' ہمارا انجام بھی وہی ہو گا - دنیا کی کوئی قوت ہمیں اس سے نہیں بچا سکتی- اس میں شبہ نہیں کہ اکثر بہی خواہان ملت قوم کو اس آنے والی تباہی سے بچانے کی مختلف تدبیریں سوچ رہے ہیں' لیکن معاف فرمایئے اگر ہم یہ کہنے کی جرات کریں کہ ان کی نگاہیں علامات مرض پر ہیں' علت مرض پر نہیں- یہ صرف عاجلہ اسباب کو دیکھتے ہیں' ان کے پس پردہ حقیقی محرکات کو نہیں- علت مرض یہی ہے کہ یہاں اخلاقی اقدار کو بری طرح سے پامال کیا جا رہا ہے- قانون مکافات عمل پر کسی کا ایمان نہیں رہا- ہر قسم کے جھوٹ اور دغا بازی' دجل اور فریب میں کامیابیوں کا راز سمجھ لیا گیا ہے- خلاف قانون و قاعدہ جبرو استبداد کو نظم و ضبط کہہ کر پکارا جاتا ہے- قانون شکنی اور حدود فراموشی کو آزادی سمجھ لیا گیا ہے- معیار تکریم و تعظیم دولت اور صرف دولت قرار پا چکی ہے- جب کسی معاشرہ کی کیفیت یہ ہو جائے تو پھر خدا کے غیر متبدل قانون کی رو سے اسے تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا- بات صرف دیر سویر کی رہ جاتی ہے-

2- ناکام کون - اسلام یا مسلمان؟

ہماری بنیادی غلطی یہ ہے کہ ہم نے اسلام اور مسلمانوں کو مرادف المعنٰی سمجھ رکھا ہے- قرآن کچھ ابدی قوانین دیتا ہے جن کے متعلق اس کا دعوی یہ ہے کہ جب اور جہاں بھی ان قوانین پر عمل کیا جائے گا' فلاں قسم کے نتائج مرتب ہو جائیں گے- صدر اول میں ایک جماعت نے ان قوانین پر عمل کیا اور اس کے نتائج ساری دنیا کے سامنے آ گئے- اس جماعت کا نام جماعت مومنین (یا عرف عام میں مسلمان) تھا- اس کے بعد' اس جماعت کی نسل آگے بڑھی- انہوں نے ان قوانین پر تو عمل کرنا چھوڑ دیا لیکن اپنا نام اپنے اسلاف کی تقلید میں مسلمان ہی رکھا - ظاہر ہے کہ ان ”مسلمانوں“ کا معاشرہ ان انسانیت ساز نتائج سے ہم آغوش نہیں ہو سکتا تھا جو ان قوانین پر عمل پیرا ہونے سے مرتب ہوئے تھے-

اس سے یہ حقیقت بھی سامنے آ جاتی ہے کہ امت کے اصلاح حال کی جس قدر کوششیں کی جاتی ہیں وہ ناکام کیوں رہتی ہیں؟ اس لئے کہ ہم چاہتے یہ ہیں کہ مسلمان جیسے ہیں' ویسے کے ویسے ہی راہیں- لیکن ہمارے وعظ سے ان کے معاشرہ میں اسلامی نظام زندگی کے نتائج ظہور میں آنے شروع ہو جائیں- ایسا سمجھنا بھی غلط ہے اور اس مفروضہ پر کوئی کوشش کرنا بھی لا حاصل-

یہی وہ خود فریبی اور غلط نگہی ہے جس میں ہم آج تک مبتلا چلے آ رہے ہیں۔ اس کا مظاہرہ پچھلے دنوں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ مشرقی پاکستان کے مسلمان' مروجہ اسلام کے' مغربی پاکستان کے مسلمانوں سے بھی زیادہ پابند تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان دونوں میں جو باہمی تعلق تھا وہ ابھر کر سامنے آ گیا۔ اسی خود فریبی کا نتیجہ تھا کہ جنگ کے دوران' منبر و محراب سے یہ غلغلہ انداز آوازیں اٹھتی رہیں کہ غالب اور کامیاب ہمیں ہوں گے کیوں کہ خدا کا ارشاد ہے کہ **و لن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا۔** (4:141) اللہ کبھی کافروں کو مومنوں پر غلبہ عطا نہیں کرے گا۔ کبھی نعرہ تکبیر کے بعد یہ آواز بلند کی گئی کہ خدا کی نصرت ہمارے ساتھ ہے کیوں کہ اس کا ارشاد ہے کہ **و کان حقا علینا نصر المومنین** (30:47) مومنوں کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے۔ کبھی یہ کہا گیا کہ خدا کافروں کو ضرور ذلیل کرے گا۔ کیوں کہ اس کا وعدہ ہے کہ **وللہِ العزۃ و الرسولہ و للمومنین** (63:8) عزت سب کی سب اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے۔ **و ان وعد اللہ حق** (10:55) اور خدا کے وعدے سچے ہیں اس لئے یہ ہو نہیں سکتا کہ ہم غالب نہ آئیں اور دشمن ذلیل نہ ہو۔ اس قسم کی آیات اور اس کے ساتھ اقبال کے ولولہ انگیز اشعار کہ

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کا زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں !

یہ حضرات اس قسم کے وعظ سنانے کے بعد اپنے حجروں میں جا چھپے اور نوجوان طبقہ پوچھتا پھرتا ہے کہ کہاں گئے تمہارے خدا کے وعدے ! اب انہیں کون بتائے کہ خدا کے وعدے تو سچے تھے لیکن اس نے یہ وعدے ہم سے نہیں کئے تھے۔ "مومنین" سے کئے تھے۔ اس نے جب کہا تھا کہ **و انتم الا علون۔** تو اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی تھی کہ **ان کنتم مومنین** - لیتے ہیں اور خدا کے ان وعدوں کا اطلاق اپنے اوپر کر لیتے ہیں اور جب یہ وعدے پورے نہیں ہوتے تو پھر ہم اپنے ساتھ اسلام کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ اگر ہم اتنا سمجھ لیں کہ "مروجہ اسلام کی پابندی سے ہم خود ساختہ مومن تو بن سکتے ہیں خدا کے معیار کے مطابق مومن نہیں بن سکتے' اس لئے ہم خدا کے وعدوں کے مستحق نہیں قرار پا سکتے۔" تو نہ ہمیں شرمسار ہونا پڑے نہ ہماری وجہ سے اسلام کو نگوں سار۔ جب تک ہم اس خوش فہمی سے نہیں نکلیں گے' حقائق سے دو چار نہیں ہو سکیں گے۔

اس ضمن میں مزید وضاحت کے لئے بریگیڈئر (ریٹائرڈ) جناب اعزاز الدین احمد خاں صاحب کا بصیرت افروز مقالہ بعنوان "کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے" اس شمارہ میں شامل اشاعت ہے۔ مزید مضامین کے لئے اگلا شمارہ بھی دیکھئے گا۔

نشانِ منزل

(بیاد اقبال)

سفر اور آوارگی' دونوں میں انسان کے قدم اٹھتے ہیں- وہ راستہ طے کرتا ہے' اس کا وقت اور توانائی صرف ہوتی ہے- اس کے کام کاج کا ہرج ہوتا ہے- لیکن سفر کی ہر شخص تعریف کرتا اور اسے ضروری قرار دیتا ہے- اس کے برعکس آوارگی انتہائی معیوب سمجھی جاتی ہے- سوال یہ ہے کہ سفر اور آوارگی میں فرق کیا ہے؟ ان میں فرق صرف اس قدر ہے کہ سفر میں چلنے والے کے سامنے ایک متعین منزل ہوتی ہے اور اس کا ہر قدم اس منزل کی طرف اٹھتا ہے- اس کے برعکس' آوارگی میں' چلنے والے کے سامنے کوئی منزل متعین نہیں ہوتی- اس کا قدم کسی خاص سمت کی طرف نہیں اٹھتا- وہ یونہی کبھی ادھر کو ہو لیتا ہے کبھی ادھر کو- اس طرح وہ دن بھر چلتا رہتا ہے- اپنے کام کاج کا ہرج کرتا ہے- وقت اور قوت صرف کرتا ہے لیکن اسے حاصل کچھ نہیں ہوتا- لہٰذا آوارگی کے معنی ہیں سفر بلا تعین منزل-

یوں تو جس زمانہ میں ان کی مرکزیت فنا ہوئی' تمام دنیا کے مسلمان فکر و نظر کی آوارگی میں مبتلا چلے آ رہے تھے' لیکن بیسویں صدی کے ربع اول میں' ہندوستان میں یہ بگولے کا رقص اپنی انتہائی شدت تک پہنچ گیا تھا- دیکھنے والے دیکھتے تھے کہ مسلمانانِ ہند کس طرح برق در آغوش کسی موہوم مقصد کے حصول کے لئے ہمہ تن اضطراب بن رہے ہیں- ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سینے میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں جو انہیں کسی وقت چین سے بیٹھنے نہیں دیتے- کچھ کانٹے ہیں جو ان کے تلووں میں بری طرح چبھ گئے ہیں اور وہ ان کے پاؤں کو کسی ایک جگہ ٹکنے نہیں دیتے- ایک حرکت پیہم اور سعی مسلسل ہے جس نے اس قوم کو یکسر سیماب پا بنا رکھا ہے- یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ قوم مصروف جدوجہد تھی لیکن کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ اس جدوجہد کا مقصد کیا ہے- ان کے قدم اٹھتے تھے لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ جا کدھر رہے ہیں؟ غیر تو ایک طرف' خود چلنے والوں کو اس کا پتہ نہیں تھا کہ ہم کیوں چل رہے ہیں اور ہم نے جانا کہاں ہے؟ قوم تنہا نہیں چل رہی تھی' راہ نماؤں کے ساتھ جا رہی تھی- ان راہ نماؤں کے ساتھ جن کے خلوص میں شبہ نہیں تھا' لیکن خود ان راہ نماؤں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ ہم نے کدھر جانا ہے اور قوم کو کہاں لے جانا ہے-

قوم اس سفر بے منزل میں مصروف جادہ پیمائی تھی' لیکن ایک سادہ سا انسان تھا جو ان سب سے الگ

ہٹ کر، ایک گوشے میں بیٹھا' ایک کتاب کو سامنے رکھے پوری خاموشی سے کسی گہری سوچ میں ڈوبا نظر آتا تھا۔ قوم کے تیز خرام اسے آوازوں پر آوازیں دیتے' وہ ان کی طرف غم آلودہ آنکھوں سے دیکھتا اور پھر اسی کتاب کی گہرائیوں میں ڈوب جاتا۔ شعلہ پیکر راہ نمایان قوم بے عملی کے طعنہ دے کر اسے اس کی فکر گاہ سے باہر کھینچنے کی کوشش کرتے لیکن ان کے یہ کچوکے بھی ناکام رہتے۔ بڑی سے بڑی جاذبیت اور سخت سے سخت ہنگامہ بھی اس کی نگاہوں کو ایک ثانیہ کے لئے اس کتاب عظیم کے صفحات سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکتے۔ وہ اسی طرح دریا کے تلاطم خیز اضطراب میں' سکوت و سکون گہر کے ساتھ' اپنی خلوت گاہ میں محو تفکر رہا۔ تاآنکہ 1930ء کی ایک شام وہ وہاں سے باہر نکلا اور ان راہ نوردان شوق کو الہ آباد کے مقام پر اکٹھا کر کے انہیں بتایا کہ تمہارا سفر' سفر نہیں آوارگی ہے۔ اور یہ آوارگی ہی رہے گا جب تک تم اپنی منزل کا تعین نہ کر لو۔ تمہاری منزل یہ ہے کہ تم ایک خطہ زمین حاصل کرو' جس میں تم اس کتاب عظیم کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکو۔ اس نے کہا اگر یہ مقصد تمہارے سامنے نہیں تو تمہاری تمام جدوجہد بے سود اور تمام سعی و کاوش لاحاصل ہے۔ بے سود اور لاحاصل ہی نہیں' بلکہ سخت نقصان دہ اور ہلاکت انگیز ہے۔

پاکستان اس خطہ زمین کا نام ہے' جو اس مرد درویش کے دیئے ہوئے تصور کے مطابق اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے حاصل کیا گیا۔ یہ قوم کی انتہائی خوش بختی تھی کہ اسے' عین اس وقت جب وہ اپنی بے پناہ آوارگی سے ہار تھک کر بیٹھ جانے کے قریب پہنچ چکی تھی' اسے اقبال جیسا دانائے راہ مل گیا جس نے اپنی بصیرت قرآنی سے ان کے لئے ایسی درخشندہ و تابناک منزل کا تعین کر دیا۔ لیکن اس کے بعد' اس قوم کی یہ انتہائی بدقسمتی تھی کہ جب اسے وہ خطہ زمین حاصل ہوا تو اقبال ان سے جا چکا تھا۔ نتیجہ اس کا یہ کہ قوم پھر آوارگی فکر و نظر کا شکار ہو گئی۔ پاکستان کی سنتالیس سالہ زندگی' اسی فکری تشتت اور ذہنی انتشار کی عبرت انگیز اور رسوا کن داستان ہے۔

اقبال نے اس راہ گم کردہ قوم کے لئے صرف منزل کی نشان دہی ہی نہیں کی تھی۔ اس نے اس نقشے کے کچھ خط و خال بھی متعین کر دیئے تھے جس کے مطابق اس خطہ زمین میں ایک قرآنی معاشرہ کو متشکل ہونا تھا۔ وہ حسین احمد مدنی کی نزاع کے سلسلہ میں اپنے زندہ جاوید جواب میں لکھتے ہیں:-

> انسان کی تاریخ پر نظر ڈالو۔ ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ اہم آویزشوں کا خونریزیوں کا اور خانہ جنگیوں کا۔ کیا ان حالات میں عالم بشری میں ایک ایسی امت قائم ہو سکتی ہے جس کی

اجتماعی زندگی امن و سلامتی پر مئوسس ہو؟ قرآن کا جواب ہے کہ ہاں ہو سکتی ہے' بشرطیکہ توحید الٰہی کو انسانی فکر و عمل میں حسب منشاء الٰہی مشہود کرنا انسان کا نصب العین قرار پائے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن' سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہیتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام قرار دیا جائے' تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آ سکتا کیوں کہ جو کچھ قرآن سے میری سمجھ میں آیا ہے اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح کا داعی نہیں بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے جو اس کے قومی اور نسلی نقطہ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے ...... نبوت محمدیہؐ کی غایت الغایات یہ ہے کہ ہیئت اجماعیہ انسانیہ قائم کی جائے جس کی تشکیل اس قانون الٰہی کے تابع ہو جو نبوت محمدیہؐ کو بارگاہ الٰہی سے عطا ہوا تھا۔

اسی طرح وہ ڈاکٹر نکلسن کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں:۔

اسلام بلکہ کائنات انسانیہ کا سب سے بڑا دشمن رنگ و نسل کا عقیدہ ہے اور جو لوگ نوع انسانی سے محبت رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ ابلیس کی اس اختراع کے خلاف علم جہاد بلند کریں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قومیت کا عقیدہ جس کی بنیاد نسل یا جغرافیائی حدود ملک پر ہے دنیائے اسلام میں استیلا کر رہا ہے اور مسلمان عالمگیر اخوت کے نصب العین کو نظر انداز کر کے اس عقیدے کے فریب میں مبتلا ہو رہے ہیں جو قومیت کو ملک و وطن کی حدود میں مقید رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے میں ایک مسلمان اور ہمدرد نوع انسانی کی حیثیت سے انہیں یاد دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کا حقیقی فرض سارے بنی آدم کی نشو و ارتقا ہے۔

چونکہ اقبال کے تصور کے مطابق پاکستان کو اس مقصد عظیم کا اولین گہوارہ بننا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ بنی آدم کی نشوونما کے سلسلہ کا آغاز بھی خود یہیں سے ہونا تھا۔ اس ضمن میں وہ قائد اعظم محمد علی جناحؒ

کے نام ایک مکتوب گرامی میں (جو 28 مئی 1937ء میں لکھا گیا تھا) رقمطراز ہیں۔

> اس وقت حالت یہ ہے کہ آئین جدید (1935ء کے ایکٹ) کے مطابق اعلٰی ملازمتیں امراء کے بیٹوں کے حصے میں آ جائیں گی اور نچلی ملازمتیں وزراء کے دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے وقف ہو جائیں گی (عوام اور متوسط درجے کے مسلمانوں کا ان میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ اسی طرح) دیگر معاملات میں بھی ہمارے سیاسی اداروں نے کبھی عوام کی مرفہ الحالی کے متعلق کچھ نہیں سوچا۔ روٹی کا مسئلہ دن بدن نازک ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مسلمان محسوس کر رہا ہے کہ وہ گذشتہ دو سو سال سے نیچے ہی نیچے جا رہا ہے۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا کیا علاج ہو...... ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلامی آئین کے پاس اس کا حل موجود ہے۔ اس آئین کو دور حاضرہ کے تصورات کی روشنی میں مزید نشوونما دی جا سکتی ہے۔ اسلامی آئین کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سے سمجھ کر نافذ کر دیا جائے تو اس سے کم از کم ہر فرد کو سامان پرورش ضرور مل جاتا ہے۔ اگر ہندوؤں نے اشتراکی جمہوریت (Social Democracy) کو اپنے ہاں قبول کر لیا تو ہندو مت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن اسلام کے لئے اشتراکی جمہوریت کو ایسے مناسب انداز سے قبول کر لینا جس سے یہ اس کے اصولوں سے ٹکرائے نہیں' اسلام میں کسی تبدیلی کے مرادف نہیں ہو گا بلکہ اس سے مفہوم یہ ہو گا کہ ہم اسلام کو پھر سے منزہ صورت میں اختیار کر رہے ہیں' جیسا کہ وہ شروع میں تھا۔

جہاں تک پاکستان میں اسلامی قوانین کی تدوین کا تعلق ہے' وہ تبسم صاحب کے نام اپنے ایک خط میں (جو ستمبر 1925ء میں لکھا گیا تھا) رقمطراز ہیں:-

> میرا عقیدہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطہ نگاہ سے زمانہ حال کے جورس پروڈنس یعنی اصول فقہ پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدد ہو گا اور نوع انسانی کا سب سے بڑا خادم بھی وہی ہو گا ..... زمانہ حال کے اسلامی فقہا یا تو زمانہ کے میلان طبع سے بالکل بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مبتلا۔

یہ ہیں وہ موٹے موٹے خطوط جو اقبال نے اس نقشے کے لئے اپنی تحریروں میں چھوڑے ہیں۔ ان سے

وہ نقشہ آسانی سے مرتب ہو سکتا ہے جس کے مطابق پاکستان میں اس قرآنی معاشرہ کی تشکیل ہو سکتی ہے جس کے لئے اس خطہ زمین کو حاصل کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اقبال ان خطوط کو ہمارے لئے نہ بھی چھوڑ جاتا یا انہیں ہم ناتمام پائیں' تو بھی کوئی ہرج نہیں۔ خدائے حکیم کی وہ کتاب زندہ جس پر غور و فکر سے اقبالؒ نے ان تصورات کو اخذ کیا تھا' خود ہمارے پاس موجود ہے۔ اس پر غور و فکر سے ہم پورے کے پورے نقشے کو مرتب کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے یہ کچھ کر لیا تو پھر وہ مقصد حاصل ہو گا جس کے لئے اقبال نے اس خطہ زمین کے حصول کی تلقین کی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوا اور ہم نے سمجھ لیا کہ مقصود بالذات یہ خطہ زمین ہی ہے خواہ اس میں کسی قسم کی حکومت کیوں نہ قائم کر لی جائے' تو یہ پاکستان نہ تو اقبال کے تصور کا پاکستان ہو گا اور نہ قرآن کی رو سے ایک مسلمان کی زندگی کا منتہائے نگاہ۔ اسلام کے نقطہ نگاہ سے اسے آزادی نہیں کہا جائے گا' یہ بدترین قسم کی غلامی ہو گی۔ اقبال ہمیں آج بھی بار بار ان الفاظ کی یاد دلا رہا ہے' جن پر اس نے (حسین احمد صاحب مدنی کے نام) اپنے جواب کا خاتمہ کیا تھا وہ الفاظ یہ تھے کہ

> مسلمان ہونے کی حیثیت سے انگریز کی غلامی کے بند توڑنا اور اس کے اقتدار کا خاتمہ کرنا ہمارا فرض ہے۔ لیکن اس آزادی سے ہمارا مقصد یہی نہیں کہ ہم آزاد ہو جائیں۔ بلکہ ہمارا اولین مقصد یہ ہے کہ اسلام قائم رہے اور مسلمان طاقتور بن جائے۔ اس لئے مسلمان کسی ایسی حکومت کے قیام میں مدد گار نہیں ہو سکتا جس کی بنیادیں ان ہی اصولوں پر ہوں جس پر انگریزی حکومت قائم ہے۔ ایک باطل کو مٹا کر دوسرے باطل کو قائم کرنا چہ معنی دارد؟
>
> ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان پورے طور پر نہیں تو ایک بڑی حد تک دارالاسلام بن جائے۔ لیکن اگر آزادی ہند کا نتیجہ یہ ہو کہ جیسا دارالکفر ہے ویسا ہی رہے یا اس سے بھی بدترین ہو جائے تو مسلمان ایسی آزادی وطن پر ہزار لعنت بھیجتا ہے اور ایسی آزادی کی راہ میں لکھنا' بولنا' روپیہ صرف کرنا' لاٹھیاں کھانا' جیل جانا' گولی کا نشانہ بننا' سب کچھ حرام اور قطعی حرام سمجھتا ہے۔

لیکن یہ دارالاسلام' ملا کے تصور کا دارالاسلام نہیں ہو گا۔ قرآن کے تصور کا دارالاسلام ہو گا جس کا (قائم کرنا تو ایک طرف) سمجھنا تک بھی ملا کے بس کی بات نہیں۔ کیوں کہ اقبال کے الفاظ میں۔

مکتب و ملا و اسرار کتاب
کور مادر زاد و نور آفتاب

اور

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اسے کیا جانیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

بہر حال' اس وقت تو "اقبال کے پاکستان" میں یہی حالت ہے۔

کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

اور اس عیاری کا علاج' قرآن کے علاوہ اور کہیں نہیں مل سکتا۔ اقبال کے سارے پیغام کا ملخص یہی ہے۔ اگر ہم اسے اپنی زندگی کا نصب العین نہیں بناتے تو اقبال کا نام جپتے رہنے سے کیا فائدہ ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

ٹائٹل کے صفحات	ایک بار کے لئے	سال بھر کے لئے
پشت پر	800 روپے	6000 روپے
(اندرونی صفحات)	600 روپے	5000 روپے
اندرونی صفحات		
پورا صفحہ	500 روپے	4000 روپے
نصف صفحہ	300 روپے	2000 روپے
چوتھائی صفحہ	150 روپے	

مذکورہ بالا شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔ اشتہار شائستہ اور معیاری ہونے چاہئیں۔

اعزاز الدین احمد خاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلغ ما انزل الیک من ربک (5:67)

کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے؟

(خطاب چیرمین ادارہ طلوع اسلام — کنونشن 1994ء)

ہیں آج کیوں ذلیل ....

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس امت کو **یا ایھا الذین امنوا** کہہ کر پکارا ہے اس کا مقام یا امتیازی نشان یہ ہے کہ وہ تمام اقوام عالم پر غالب ہوتی ہے۔ کسی قوم کا ان سے آگے بڑھ جانا تو درکنار، کوئی قوم ان کے ہم دوش بھی نہیں ہو سکتی۔ "**اعلون**" کا لفظ اس کی شہادت دیتا ہے۔

و انتم الاَعلَونَ ان کنتم مومنین (3:138)

"جب تک تم مومنوں کی روش پر قائم رہو گے تم پر کوئی بھی غالب نہیں آ سکے گا۔"

اعلان خداوندی ہے کہ

ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا (4:141)

"اللہ کفار کو کبھی بھی مومنین پر غالب نہیں ہونے دے گا"

اللہ تعالیٰ کے اس حتمی فیصلے پر نگاہ ڈالئے اور پھر موجودہ مسلمانوں کی حالت زار پر غور کیجئے۔ ہر جگہ کفار مسلمانوں پر غالب نظر آئیں گے۔ اللہ کا فیصلہ تو (معاذ اللہ) غلط نہیں ہو سکتا۔ بات صاف ہے۔ اگر آج کفار ہم پر غالب ہیں تو خدائی فیصلہ کی رو سے ہم مومن نہیں۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اس لئے اس میں کسی کے برا منانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ قرن اول کی جماعت مومنین کے شرف اور عظمت کا راز کیا تھا، اور ہماری مفلسی اور بدبختی کی وجہ کیا ہے؟ بقول اقبالؒ:۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر ○ اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

قرآن حکیم زندگی بخش نظام عطا کرتا ہے۔ (8:24) لیکن خدائے **الحیی القیوم** کا یہ نظام اسی قوم کو حقیقی زندگی کی توانائیاں عطا کرتا ہے جو زندہ ہو یا جس کے دل میں زندہ رہنے کی تڑپ اور خلش ہو۔

اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

تن بے روح سے بے زار ہے حق *** خدائے زندہ' زندوں کا خدا ہے

اگر ہم میں غلط روش کے مرگ آفریں خطرات سے بچنے کی تڑپ ہوتی تو ہم اپنا محاسبہ کرتے اور تحقیق کرتے کہ آیا ہمارا آج کا اسلام یعنی موجودہ اسلام وہ اسلام ہے بھی جسے رب العزت نے اپنا دین ___ دین اللہ ___ (3:82 '3:18) کہہ کر پکارا ہے اور جو اس مملکت کا آئین (CONSTITUTION) تھا جسے رسولؐ اللہ نے تشکیل فرمایا تھا۔ لیکن ہم شکوہ ہی کرتے رہے کہ ۔ "برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر" _ اور مذہبی پیشوائیت ہمیں برابر اس خود فریبی میں مبتلا رکھے چلے آئی کہ اس دنیا کی ذلت' جنت اخروی کی ضمانت ہے ! اور ہم ہیں کہ آنکھیں بند کئے کولھو کے بیل کی طرح چلے جا رہے ہیں۔ کیا کبھی ہم نے سوچا بھی ہے کہ یہ کیسی زندگانی ہے جو ہم گزار رہے ہیں۔ اقبالؒ کی نظر میں۔

زندگانی ہے صدف قطرہ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا جو قطرے کو گہر کر نہ سکے

ہمارے "صدف" یعنی ہمارے آج کے اسلام نے ہمیں کیا دیا؟ امت واحدہ کو فرقوں میں بانٹ کر "امت منتشرہ" بنا کر رکھ دیا ! نتیجہ اس کا وہ ذہنی انتشار اور عملی خلفشار ہے جس میں امت اس بری طرح گرفتار ہے۔

خواتین و حضرات ! جس امت کا یہ فریضہ تھا کہ وہ قرآنی تعلیم کو عام کر کے (5:67)' انسانوں کے تفرقے مٹاتی چلی جائے (16:64) اور اس طرح انہیں پھر سے ایک عالمگیر برادری کے افراد بناتی چلی جائے۔ (2:213' 10:19' 57:25)' آج خود مذہبی فرقوں اور پارٹیوں میں بٹی پڑی ہے ! یہ انسانوں کے تفرقے کیا مٹائے گی۔ فرقے' مختلف انسانوں کے بنائے ہوئے راستے (مذہب) پر چلنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو دین اللہ کی طرف سے ملا تھا وہ سب کے لئے ایک تھا اس میں فرقوں کا کیا سوال؟ سن رکھئے جہاں فرقے ہوں گے وہاں دین نہیں ہو سکتا۔ وجہ ظاہر ہے' فرقہ بندی میں آخری سند' کسی نہ کسی انسان کی قرار پا جاتی ہے اللہ کی نہیں۔ لہٰذا فرقہ بندی کے شرک ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟ اسی لئے رسولؐ اللہ سے کہا گیا کہ جو لوگ اپنے دین میں تفرقہ پیدا کر لیں اور الگ الگ گروہ بن جائیں۔ اے رسولؐ ! تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ (6:160) ہمارے ہاں جو اسلام آج رائج ہے اس میں فرقوں کی بھر مار ہے اس لئے یہ منزل من اللہ دین کیسے ہو سکتا؟ یہ دین نہیں' مذہب ہے۔ جب تک ہم اس حقیقت کو آیت 6:160 کی روشنی میں تسلیم نہیں

کرتے ہمارے اندر وہ نفسیاتی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی جو اللہ تعالیٰ کے اٹل قانون کے مطابق ہماری موجودہ حالت کو بدلنے کے لئے ضروری ہے:-

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر و ا ما بانفسھم (13:11)

"یاد رکھو ! اللہ کا قانون یہ ہے کہ کسی قوم کے خارجی حالات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی جب تک وہ قوم اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کرے یعنی جب تک اس میں فکری اور ذہنی تبدیلی نہ ہو- جب تک اس میں نفسیاتی تبدیلی نہ ہو- جب تک اس کی ذہنیت نہ بدلے- اس کی حالت بدل نہیں سکتی- یہ اللہ کا اٹل قانون ہے-"

لیکن ہمارے ہاں- پاکستان میں' نفسیاتی تبدیلی لائے بغیر' تغیر احوال کی کوشش کی جا رہی ہے (اور بدقسمتی سے) اسے "احیاء اسلام" کہہ کر پکارا جاتا ہے- گویا اللہ تعالیٰ کو چیلنج کیا جا رہا ہے کہ ہم تغیر نفس کے بغیر اپنے حالات میں تبدیلی کر کے بتا دیں گے- **(معاذ اللہ - ثم معاذ اللہ)** _ غیر مسلم تو مختلف تدابیر آزمانے کے بعد اس اصول کو صحیح ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں جسے قرآن نے پیش کیا تھا اور ہم یہاں سینتالیس سال سے اللہ کے قانون کے خلاف محاذ قائم کئے ہوئے ہیں کہ ہم نفسیاتی تبدیلی کے بغیر انقلاب لا کر بتا دیں گے- ایسا سمجھنے والوں کے متعلق قرآن حکیم کا ارشاد ہے:-

فحبطت اعما لھم (18:105)

"ان کا کیا کرایا سب رائیگاں جائے گا-"

اس کا نقصان اتنا ہی نہیں ہو گا کہ ہماری کوششیں رائیگاں جائیں گی- ہم دنیا کو باور کرا رہے ہیں کہ اس طرح اسلام کا احیاء ہو رہا ہے- جب ہماری یہ کوششیں ہمارے موجودہ ابتر حالات بدلنے میں ناکام رہ جائیں گی تو سوچئے خواتین و حضرات ! دنیا اسلام کے متعلق کیا رائے قائم کرے گی؟ کیا وہ یہ کہنے اور سمجھنے میں حق بجانب نہیں ہو گی کہ اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے؟ اس میں دوبارہ زندہ ہونے کی سکت اور صلاحیت ہی نہیں-

اسلام پر کیا گزرتی ہے' اس سے ہماری مذہبی پیشوائیت کو کوئی سروکار نہیں' انہیں تو صرف اپنی "نمبرداری" قائم رکھنے میں دلچسپی ہے کیوں کہ یہ ان کی روٹی کا مسئلہ ہے- غور فرمایا آپ نے' اسلام کے اصول و اقتدار کا "بارود" کس طرح ختم کیا جا رہا ہے- لیکن یہ سعی لا حاصل ہے کیوں کہ اللہ کے عطا کردہ نظام حیات "اسلام" کے اصول و اقدار ایک متعین مقصد کے حصول کے لئے برابر آگے بڑھ رہے ہیں-

انہیں شکست نہیں دی جا سکتی۔ یہ معطل ہو کر نہیں رہ جاتے۔ لہٰذا' جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے یعنی ہماری ذلت و مسکنت کا اصل سبب' اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف محاذ آرائی ہے۔ جب تک ہم اپنی موجودہ روش کو تبدیل کر کے' قرآن حکیم کے تجویز کردہ اصول کی طرف نہیں آتے ہمارے حالات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اپنی روش بدلنے کے لئے ہمیں اپنے آج کے اسلام یعنی جو ہمارے ہاں مروج ہے' پر ایک گہری نظر ڈالنی ہو گی یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ **منزل من اللہ** دین ہے یا اس میں انسانی خیالات کی پیوند سازی کر کے اسے مذہب میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مذہبی فرقوں کی اس میں موجودگی اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ یہ **منزل من اللہ** دین نہیں بلکہ انسانوں کا خود ساختہ مذہب ہے اور مذہب کوئی بھی ہو اس میں وقت کے تقاضوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اسے دوبارہ حقیقی اسلام میں تبدیل کرنے کے لئے ضروری ہو گا کہ اس پیوندوں پر مشتمل گدڑی کو یکسر اتار پھینکنا ہو گا جو مذہبی پیشوائیت نے ہمیں پہنا رکھی ہے۔ یہی قانون خداوندی کا تقاضا ہے۔ یہی میرے مقالے کا مرکزی خیال ہے۔

اس سیمینار کا قدرے چونکا دینے والا موضوع گفتگو ــــ "کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے؟" ــــ کا مقصد بھی یہی ہے کہ آپ کی توجہ اس اہم سوال کی طرف مبذول کرائی جائے۔ بقول غالب ۔

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

آیئے دیکھیں کہ اسلام کے اصول نہ چلے یا مسلمان ان کے مطابق نہ چلے۔

ہمارا آج کا اسلام

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک اسلام تو وہ تھا جو محمدؐ رسول اللہ والذینؓ معہ نے پیش کیا تھا جس سے اقوام عالم کی امامت ہمارے حصے میں آ گئی تھی' اور ایک اسلام ہمارا آج کا ہے جس سے ہمارا (یعنی مسلمانان عالم کا) شمار دنیا کی پست ترین قوموں میں ہوتا ہے' جب کہ وہ اسلام' جس نے اس وقت ہمیں وہ سرفرازیاں عطا کی تھیں' ہمارے پاس آج بھی اللہ کی زندہ و پائندہ کتاب ــــ القرآن ــــ میں محفوظ ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ ہم اب تک وہ اسلامی نظام کہیں بھی قائم نہیں کر سکے جیسا کہ صدر اول میں قائم ہوا تھا؟ اس کی ایک وجہ ایک مفکر نے چند الفاظ میں یہ بتائی ہے کہ جب سے مسلمانوں کو قرآن کا "بدل" ملا ہے یہ ذلت و مسکنت میں مبتلا ہیں۔ ("بدل" یعنی فقہ و روایات وغیرہ) ظاہر ہے کہ جو قوم ذلت و مسکنت میں گرفتار ہو وہ

اسلامی نظام کیوں کر قائم کر سکتی ہے؟ اس مفکر نے جو بات کی ہے وزن رکھتی ہے۔
علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے خطبات "LECTURES ON RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT" (صفحہ 151) میں اس سے ملتے جلتے سوال پر تبصرہ کیا ہے جو ممکن ہے آپ کی دلچسپی کا باعث بنے۔ قوموں کے عروج و زوال کا تجزیہ کرتے ہوئے علامہ نے دور حاضر کے ایک مفکر کا قول بیان کیا ہے جس کا ایک ایک لفظ سننے اور سمجھنے کے قابل ہے۔ علامہ نے یہ تو نہیں بتایا کہ یہ مفکر کون ہے لیکن جو بات اس نے کہی ہے وہ ایک عظیم حقیقت ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

"THE VERDICT OF HISTORY IS THAT WORN-OUT IDEAS HAVE NEVER RISEN TO POWER AMONG A PEOPLE WHO HAVE WORN THEM OUT."

اس کا ترجمہ کچھ یوں ہے:۔
"یہ تاریخ کا فیصلہ ہے کہ جس قوم نے ان بلند نظریات حیات و تصورات زندگی کو' جو انہیں عروج کی بلندیوں پر لے گئے تھے' اپنے ہاتھوں فسردہ کر دیا ہو' وہ فسردہ نظریات' اس قوم کے ہاتھوں' دوبارہ طاقت و غلبہ حاصل نہیں کر سکتے۔"

"THE VERDICT OF HISTORY IS................"

وہ کہہ یہ رہا ہے کہ (IDEAS) نظریات' تصورات' معتقدات' اصول و اقدار میں بے پناہ قوت ہوتی ہے لیکن جو قوم اپنے ان نظریات کو فسردہ کر چکی ہو' اپنے ہاتھوں ان نظریات کی توانائیاں ختم کر چکی ہو یعنی کھرچ کھرچ کر ان کا بارود نکال چکی ہو' اس قوم میں وہ نظریات پہلی سی توانائیاں حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ تاریخ کا فیصلہ ہے۔ یہ ایک عظیم حقیقت ہے۔

خواتین و حضرات ! ہم' انسان کی اپنے ہاتھوں بربادی کی داستان بڑی دلچسپی سے سن رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ کفار کی سرگزشت بیان ہو رہی ہے۔ لیکن اس جذب و انہماک سے کچھ وقت کے لئے الگ ہٹ کر سوچئے تو نظر آ جائے گا کہ

ارے دل ! یہ تو اپنی داستاں معلوم ہوتی ہے !

اپنی داستان' لیکن بہت بڑے فرق کے ساتھ۔ اس فرق کے ساتھ کہ جن اقوام کا وہ مفکر ذکر کر رہا تھا' ہو سکتا ہے کہ انہوں نے دین الحق (اسلام) کو کبھی اختیار ہی نہیں کیا تھا۔ اور وہ عقل کے تجرباتی راستوں سے' صحیح راستے کی تلاش کر رہے ہوں۔ لیکن ہم (امت محمدؐیہ) نے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ نظام زندگی' اسلام' اپنایا۔ قائم کیا۔ اس کے درخشندہ نتائج کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد' اس میں انسانی خیالات کی

پیوند سازی کر کے غیر خداوندی راہوں پر چل نکلے۔ بالفاظ دیگر جب مختلف ائمہ فکر و فقہ کی نسبتوں سے مختلف طریقے پیدا ہوئے تو دین کی جگہ مذہب (طریقہ) نے لے لی۔ ہم بھول ہی گئے کہ پیوند سازی سے دین باقی نہیں رہتا۔ مذہب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ (مذہب انسانوں کے تراشیدہ راستوں کو کہتے ہیں)۔ پھر ہوا یہ کہ رفتہ رفتہ دین کی یہ حالت ہو گئی کہ سارا اسلام انہی پیوندوں کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ یہی "پیوندی اسلام" آگے چلا۔ یہی ہمارا آج کا 'اسلام' ہے۔ اب آپ ہی کہئے کہ جو قوم' صداقت کو اس طرح بے نقاب دیکھ لینے کے بعد بھی' اللہ کے اس نظام کو' جس نے انہیں وہ سرفرازیاں عطا کی تھیں' با لکلیہ (یعنی تمام کا تمام' بغیر کسی خارجی ملاوٹ کے۔ (2:208) اختیار نہیں کرتی تو اس پر زندگی کی کامرانیوں کی راہ کس طرح کھل سکتی ہے؟ سوچئے۔ دل سے پوچھئے۔

اے مسلماں ! اپنے دل سے پوچھ ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم (اقبالؒ)

غور فرمایا آپ نے' خواتین و حضرات ! کس طرح اسلام کے نام لیواؤں نے' رفتہ رفتہ اسے دین کی بلند سطح سے نیچے اتار کر مذہب بنا دیا۔ اس کا نتیجہ یہی نہیں ہوا کہ مذہب کی پرستار قوم' زندگی کی تمام خوشگواریوں سے محروم ہو گئی' بلکہ خود انسانیت کا کارواں صحیح راستے پر چل نہ سکا۔ (جب دین کی مشعل ہی اس کے سامنے نہ آئی تو وہ صحیح راستے پر چل کیسے سکتا تھا۔) یہ وجہ ہے کہ آج تمام اقوام عالم عام طور پر' اور پاکستان خاص طور پر' اضطراب انگیز اور سکون سوز جہنم کے عذاب میں مبتلا ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ جب راستہ نظر نہیں آتا تو ہم بلا سوچ سمجھے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اسلام میں اب اس کی صلاحیت ہی نہیں رہی کہ وہ زمانے کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ دے۔ ہماری غلط نگہی' اور ہمیں دیکھ کر ان لوگوں کی بھی غلط نگہی جو اسلام کو ایک چلا ہوا کارتوس سمجھتے ہیں' یہ ہے کہ ہم اسلام کو مذہب سمجھتے ہیں' اور مذاہب کے متعلق یہ حقیقت ہے کہ کوئی ایک مذہب نہیں بلکہ سب مذاہب چلے ہوئے کارتوس ہیں!

اسے پھر سن رکھئے کہ اللہ کا عطا کردہ اسلام' مذہب نہیں' دین ہے۔ دین ایک نظام حیات عطا کرتا ہے جس کی مثال قرآن حکیم نے ایک ایسے پھل دار درخت سے دی ہے جس کی جڑیں پاتال میں ہوں اور جس کی شاخیں آسمان کو چھو رہی ہوں۔ یہ شجرِ طیب ہر موسم میں پھل دیتا ہے' کبھی خشک نہیں ہوتا۔ (14:24) سوچئے کیا ایسا نظام چلا ہوا کارتوس ہو سکتا ہے؟ اقبالؒ کے الفاظ میں۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں محتاج ○○○ بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

لیکن یہ "نغمہ" "نظام" اسی صورت میں اپنے خوشگوار نتائج پیدا کرے گا جب اسے با لکلیہ اختیار کیا

جائے۔ اگر اس کے بعض حصوں کو اختیار کیا جائے اور بعض کو چھوڑ دیا جائے تو اس کا نتیجہ ذلت و خواری کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ (2:208) اس کی زندہ شہادت ہماری اپنی حالت ہے۔ ہم نے دین کو پرسنل لاز اور پبلک لاز میں (مذہب اور سیاست میں) تقسیم کر کے اسے "مذہب" میں تبدیل کر دیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم صدیوں سے (باوجود سب کچھ ہونے کے) جس ذلت و خواری کی زندگی بسر کر رہے ہیں اس کی مثال شاید ہی کہیں اور ملے۔ ہمارے "مذہب" میں کتاب اللہ کے بعض احکام پر تو بہرحال عمل ہو رہا ہے' کیا ان اعمال کا کوئی خوشگوار نتیجہ مرتب ہوتا ہے؟ کیا ان کے باوجود ہماری ذلت و خواری بڑھتی نہیں جا رہی؟ اب تو حالت یہ ہے کہ ہماری قسمت کے فیصلے غیروں کے رحم و کرم پر موقوف ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہماری نگاہوں کے سامنے ہو رہا ہے اور ہم خاموش ہیں۔

اب آپ ہی کہئے کہ مسلمانوں کی محرومیوں' ناکامیوں اور ذلت و خواری کی وجہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین اسلام ہے' یا ہمارا آج کا "مذہب اسلام" ہے۔ جواب واضح ہے۔ ہم کیوں نہیں پکار اٹھتے کہ ہمارا مروجہ اسلام' وہ دین نہیں جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا دین - دین اللہ - کہا ہے اور جس کی نسبت (اور تو اور) کسی رسول کی طرف بھی نہیں کی۔ اس لئے مسلمانوں کی موجودہ حالت کو اسلام کے لئے بطور دلیل پیش کرنا بنیادی طور پر غلط ہے۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ موجودہ مسلمان اور اسلام - یعنی قرآنی اسلام - ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

اپنی تقدیر بدلنے کے لئے ہمیں اپنی "خودی کو مسلمان کرنا" ہو گا اور خود "تقدیر یزداں" بننا ہو گا۔ اس نسخے کو علامہ اقبالؒ کی زبان سے سنئے۔

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے — خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟
عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں — تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں؟

اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے ہمیں پہلے واضح طور پر سمجھنا ہو گا کہ قرآنی اسلام کیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ قرآنی اسلام کی ایک جھلک ہم نے عہد رسولؐ اللہ اور دور خلفائے راشدین میں دیکھی تھی۔ وہی حقیقی اسلام تھا' باقی بتان آذری ! وہی اسلام ہمارے لئے ماڈل ہے۔

اسلام کیا ہے؟

اسلامی نظام کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم متعین طور پر سمجھیں کہ اسلام کیا ہے۔ اگر یہ

بات سمجھ میں آ جائے تو اسلامی نظام' اسلامی مملکت' اسلامی قوانین' اسلامی شریعت' غرضیکہ اسلام کے متعلق سب کچھ باآسانی سمجھ میں آ جائے گا۔ اللہ کے دین اسلام کے متعلق اگر ہم اپنی ذہنی اختراعات یا تقلیدی مباحث سے ہٹ کر براہ راست اللہ تعالیٰ سے پوچھیں تو اس باب میں نہ کوئی شک و شبہ رہ سکتا ہے نہ کوئی ابہام۔ اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (2:186)

"جب بھی ہمیں کوئی پکارتا ہے تو ہم اس کی پکار کا جواب دیتے ہیں۔" اسلام کیا ہے کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عظیم' القرآن' میں ان چار الفاظ میں دے دیا کہ

و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون اس سے اگلی آیت میں کہا گیا **ھم الظلمون** اور آیت 5:47 میں کہا گیا **ھم الفسقون** (5:44-47)

"جو لوگ اس قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے جسے اللہ نے نازل کیا ہے وہی تو ہیں جنہیں کافر' ظالم اور فاسق کہا جاتا ہے خواہ وہ زبان سے اس قانون پر ایمان کے مدعی بھی کیوں نہ ہوں۔ کافر اور مومن کی تمیز ہی اس سے ہوتی ہے۔"

لہذا مسلم وہ ہے جو اپنے تمام معاملات کے فیصلے کتاب اللہ کے مطابق کرتے ہیں اور اسلام نام ہے کاروبار حیات کو قرآن حکیم کے مطابق سرانجام دینے کا۔ یعنی کفر اور اسلام میں حد فاصل اللہ کی کتاب (قرآن حکیم) ہے۔ یہی واحد معیار ہے جس کی رو سے متعین کیا جا سکتا ہے کہ فلاں مملکت - حکومت - نظام یا قانون' اسلامی ہے یا غیر اسلامی۔ لیکن ہماری کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ صدر اول کے بعد سے آج تک' قرآن حکیم کو کبھی اور کہیں بھی حکم نہیں تسلیم کیا گیا۔ اسلامی اور غیر اسلامی کا معیار غیر از قرآن عناصر' روایات اور فقہ' قرار دیئے گئے۔ اس بنا پر' ہماری تاریخ میں (صدر اول کے بعد) نہ کہیں اسلامی مملکت قائم ہوئی ہے نہ اسلامی نظام حکومت۔ اسلامی مملکت وہی قرار پائے گی جس میں تمام معاملات کے فیصلے کتاب اللہ کی رو سے ہوں گے۔ خالص کتاب اللہ کی رو سے۔ یہی سنت رسول اللہ ہے۔

اس لئے رسول اللہ سے فرمایا گیا کہ

فاحکم بینھم بما انزل اللہ (5:48)

"تم لوگوں کے معاملات کے فیصلے **ما انزل اللہ** (کتاب اللہ) کے مطابق کرو۔ اور لوگوں کے خیالات اور خواہشات کے پیچھے مت چلو" رسول اللہ نے حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اللہ کی کتاب (**ما انزل اللہ**) کے مطابق اسلامی نظام مملکت) قائم کر کے دکھا دیا کہ یہ نظام ممکن العمل بھی ہے اور خوشگوار

نتائج کا حامل بھی۔ ہم نے یہ نظام دیکھا نہیں لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ یہ نظام حضور رسالتمآبؐ کے ہاتھوں متشکل ہوا اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں پروان چڑھا۔ یہ نظام باقی نہ رہا۔ لیکن لوح زمانہ پر اس کی یادگار اب تک منقوش ہے۔ بقول غالب ؎

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے

یہ سیمینار اسی "پرتو نقش خیال یار" کو از سر نو سامنے لانے کی ایک کاوش ہے۔ اور یہی تحریک طلوع اسلام کا مقصد ہے۔

کاش تاریخ اپنے آپ کو دہراتی اور دوسری اسلامی **مملکت** - پاکستان - کے آئین کی بنیادیں بھی اسی دین پر اٹھتیں جو پہلی اسلامی مملکت کا آئین (CONSTITUTION) تھا۔ یہی حکم خداوندی تھا اور یہی سنت رسولؐ اللہ بھی' لیکن یہاں جو کچھ ہوا (ہو رہا ہے) آپ کے سامنے ہے۔ ہمارا تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ اسلام کے مستقبل کے متعلق پہلے ہی مایوس تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام - اسلامی قوانین - اسلامی شریعت کے احیاء کے نام سے جو "ملا" کی شریعت نافذ کی جا رہی ہے' اس سے وہ دل برداشتہ ہی نہیں' برگشتہ خاطر ہو رہا ہے۔ اب اسلام نام رہ گیا ہے ہزار سال پہلے کے انسانوں کے وضع کردہ فقہی احکام کا' جس کی اجارہ دار مذہبی پیشوائیت ہے۔ **ما انزل اللہ** (کتاب اللہ) کے احکام صرف ناظرہ تلاوت کرنے کے لئے رہ گئے ہیں۔ اور ہم یہی کر رہے ہیں اور بس۔

(ضمناً) نظریہ پاکستان' **فاحکم بینھم بما انزل اللہ** (5:48) کے سوا اور کیا تھا۔ یعنی "حکومت' اللہ کی کتاب کے مطابق قائم کرو۔" پاکستان بنانے کا یہی مقصد تھا۔ لیکن یہاں آج بدامنی' رشوت ستانی اور مذہبی فرقوں کا دور دورہ ہے۔ فرقہ واریت کا جن' بوتل سے اس طرح باہر نکل آیا ہے کہ اب اسے بوتل میں بند کرنا خود مذہبی پیشواؤں کے بس کی بات نہیں رہی۔ ستم ظریفی تو دیکھئے قرآن حکیم تو فرقہ سازی کو شرک قرار دیتا ہے۔ (30:31-32) لیکن اسلامی مملکت پاکستان کا دستور' ایک طرف تو "قرآن و سنت" کے خلاف قوانین بنانے کی ممانعت کرتا ہے اور دوسری طرف ہر مذہبی فرقے کو اجازت دیتا ہے کہ وہ' شخصی قوانین کی حد تک' "قرآن و سنت" کی اصطلاح کی تشریح و تعبیر اپنے فرقے کی روایات اور فقہ کے مطابق کر سکتا ہے! یقین نہ آئے تو ہمارے ملک کے دستور کا آرٹیکل نمبر(1) 227 (وضاحتی نوٹ) دیکھ لیں۔ شخصی اور پبلک لاز میں یہ تفریق یکسر غیر قرآنی تصور ہے۔ اسے کہتے ہیں دین کو مذہب میں تبدیل کرنا۔ اس دورنگی پالیسی کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اب تو حالت یہ ہے کہ مسجدیں بھی امن کی پناہ گاہیں نہیں رہی ہیں۔ یہ ہیں مذہب کی چیرہ دستیاں۔

پھر موضوع گفتگو کی طرف آیئے۔

خواتین و حضرات ! جب کوئی قوم دین کو چھوڑ کر مذہب پر اتر آتی ہے تو اس کی کیفیت قرآن حکیم کے الفاظ میں یہ ہو جاتی ہے۔

و ضربت علیھم الذلتہ و المسکنتہ و باء و بغضب من اللہ (2:61)

"ذلت اور مسکنت ان کے پیچھے سایہ کی طرح لگ جاتی ہے اور یہ اللہ کا غضب ہوتا ہے۔"

دوسری جگہ اسے **ذلتہ فی الحیوۃ الدنیا** (7:152) سے تعبیر کر کے واضح کر دیا کہ ذلت و پستی ایسی قوم پر اسی دنیا میں طاری ہو جاتی ہے۔

غور فرمایا آپ نے کہ ہماری ذلت و مسکنت کی اصل وجہ کیا ہے - دین کا مذہب میں تبدیل ہونا۔

یاد رکھئے ! دنیا کی کوئی قوم نہ اللہ کی لاڈلی ہے نہ سوتیلی۔ وہ رب العالمین ہے' تمام اقوام عالم کا نشوونما دینے والا۔ اس لئے جو قوم اس کے عطا کردہ اصولوں پر عمل پیرا ہو گی' ان کے نتائج سے بہرہ یاب ہو گی۔ جو انہیں چھوڑ دے گی ذلیل و خوار ہو جائے گی۔ **و ذالک الدین القیم** (30:30)

یہ پھر سن لیں کہ اسلام' مذہب کی جامد رسوم کا مجموعہ نہیں۔ وہ زندگی کے غیر متبدل اصول و اقدار کا ضابطہ ہے۔ یہ غیر متبدل اصول قرآن حکیم کے اندر محفوظ ہیں اور برابر آگے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ اوپر کو ابھرتے ہوئے عروج و ارتقاء کی اس منزل تک پہنچ جائیں جسے ان کے لئے متعین کیا ہے۔ (35:10) اور یوں قرآن حکیم کا یہ دعوی حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آ جائے کہ اللہ نے الحق پر مبنی دین (نظام حیات) اس لئے بھیجا ہے **لیظھرہ علی الدین کلہ** (9:33) تاکہ وہ انسانوں کے وضع کردہ ہر نظام حیات پر غالب آ کر رہے۔ خواتین و حضرات ! ذرا سوچئے کہ جس دین (نظام) کے سامنے ایسا عظیم مقصد ہو کیا اس کے متعلق یہ تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اصولوں کا "بارود" ختم ہو سکتا ہے؟ آیئے الدین (اسلام) کے بارے میں قرآن حکیم کے دعوی پر ایک نظر ڈالیں۔

قرآنی نظام - اسلام - ہی غالب آ کر رہے گا

قرآن حکیم انسانی زندگی کا ایک مقصد متعین کرتا ہے۔ اس مقصد کی صداقت پر یقین' ایمان کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر آپ اس مقصد کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جس قدر جدوجہد کی جائے قرآن اسے "اعمال صالحہ" کہہ کر پکارتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ قرآن حکیم نے مسلمانوں کا مقصد حیات کیا بتایا ہے۔ جسے ان کا ایمان کہا جائے گا۔ تفصیل میں جایئے تو اس کے لئے پورے قرآن کی

تفسیر درکار ہو گی۔ لیکن اجمال کی طرف آیئے تو قرآن کی ایک آیت اس مقصد کو سامنے لے آئے گی اور وہ آیت جلیلہ یہ ہے کہ

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و لو کره المشرکون ○ (9:33)

"اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور ضابطہ قوانین (دین الحق) دے کر بھیجا تاکہ یہ دین آخر الامر دنیا کے ہر دین (نظام) پر غالب آ جائے خواہ یہ بات مشرکین کو کتنی ہی گراں کیوں نہ گذرے۔"

اس آیت مبارکہ میں کہا یہ گیا ہے کہ بعثت نبی اکرمؐ اور نزول قرآن سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کے لئے جو نظام زندگی (الدین) متعین کیا ہے' وہ انسانوں کے خود ساختہ تمام نظامہائے حیات پر غالب آ جائے۔ یعنی انسان اسی نظام کے تابع زندگی بسر کرے۔ اور اس طرح ہر قسم کی غلامی سے نجات حاصل کرے۔

محمدؐ رسول اللہ والذینؓ معہ کے سامنے یہی مقصد تھا بلکہ یوں کہئے کہ یہی ان کا مقصد حیات تھا۔ یعنی دین الحق' نظام خداوندی کو نظام ہائے عالم پر غالب کرنا۔ انہوں نے اپنے یقین محکم اور عمل پیہم سے چند سالوں کے عرصہ میں ایسا کر کے دکھا دیا۔ اس زمانے میں ایران اور روم کے نظام ہی دنیا میں سربلند اور غالب نظام تھے۔ قرآنی نظام نے ان دونوں نظاموں کو شکست دے کر اپنے نظام کو غالب کر کے دکھا دیا۔ یاد رکھئے ! صدر اول کی فتوحات' علاقوں اور ملکوں کی فتوحات نہیں تھیں۔ وہ انسانوں کے وضع کردہ نظاموں پر نظام خداوندی کی فتح تھی۔ وہ **لیظهره علی الدین کله** کا عملی مظاہرہ تھا۔

وہ مظاہرہ تھا "اعمال صالحہ" کا کہ وہ کس طرح اللہ کے عطا کردہ نظام کو اوپر اٹھاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اس بنیادی حقیقت کو یاد رکھنا چاہئے کہ عروج اور ارتقاء - بلندیوں کی طرف جانے - کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک تو ایسا نظریہ زندگی (آئیڈیالوجی) جس میں بڑھنے' پھولنے' پھلنے اور خوشگوار نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت ہو۔ اور دوسرے وہ صلاحیت بخش اعمال جو اس نظریہ کو اوپر اٹھائیں' آگے بڑھائیں۔ اللہ کی طرف سے عطا کردہ نظریہ زندگی میں اس کی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی خارجی سہارے کے خود بخود بلند ہوتا جائے۔ لیکن اس کی رفتار انسانی حساب و شمار کی رو سے بہت ست ہوتی ہے۔ (اس کو COSMIC PROCESS کہتے ہیں)۔ ست اس لئے کہ اللہ کا ایک ایک دن ہزار ہزار سال (32:5) بلکہ پچاس پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے۔ (70:4) لیکن جب انسانی اعمال صالحہ اسے سہارہ دیتے ہیں' جیسے رسولؐ

اللہ اور ان کے رفقاءؓ نے دیا تھا' تو اس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔

"رسولؐ اللہ کے بعد' ان کے امتی ہونے کی نہج سے **لیظھرہ علی الدین کلہ** کا عملی مظاہرہ ہمارا (یعنی مسلمانان عالم کا) فریضہ حیات تھا۔ لیکن حضورؐ کی تشریف براری کے تھوڑا عرصہ بعد' مفاد پرست قوتوں نے ابھرنا شروع کر دیا۔ پہلے ملوکیت آئی۔ اس کے بعد سرمایہ داری۔ اور ان دونوں نے اپنے تحفظ کے لئے دین کو مذہب میں بدلنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں مذہبی پیشوائیت ابھری۔ جب دین مذہب میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اس نظام کے ظاہری ارکان و شعائر تو باقی رہتے ہیں' لیکن ان کی روح (غرض و غایت) باقی نہیں رہتی۔ ایسی ہی صورت حال سے ہم دوچار ہیں۔ اب آپ ہی کہیئے کہ ہمارے "مذہبی اعمال" اللہ کے عطا کردہ نظام حیات' اسلام' کو کیا سہارہ دیں گے؟ اللہ کا اسلام تو ایک عظیم انقلابی پروگرام کا نام ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ نظام کو نظامہائے عالم پر غالب کرنا ہے' کیا ہمارے آج کے اسلام کے سامنے بھی یہی مقصد ہے؟ کیا ہمارے مروجہ اسلام میں ایسا کر دکھانے کی صلاحیت موجود ہے؟ **لیظھرہ علی الدین کلہ** (9:33) کا عملی مظاہرہ کرنے کے لئے وحدت فکر و عمل کی ضرورت ہے۔ کیا ہمارے اندر فکری وحدت موجود ہے؟ ہمارے ہاں تو فرقوں کا دور دورہ ہے۔ فکری وحدت کا دور دور تک کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ پھر بات کیسے بنے گی؟ بات بنانے کے لئے ہمیں تسلیم کرنا ہو گا کہ ہمارا موجودہ 'اسلام' وہ دین نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کہہ کر پکارا ہے بلکہ انسانوں کا خود ساختہ مذہب ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ مذہب کوئی بھی ہو اس میں زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ آیئے دیکھیں کہ جب دین' مذہب میں تبدیل ہو جائے تو ہوتا کیا ہے؟

جب دین مذہب میں بدل جاتا ہے

یہ تاریخ کا عجیب المیہ ہے کہ ایک انقلابی نظام جن عناصر کو شکست دیتا ہے کچھ عرصہ کے بعد جب اس انقلاب آفریں جماعت کے اخلاف (بعد میں آنے والوں) کے مقاصد حیات بدل جاتے ہیں اور اس طرح ان کی انقلابی قوتوں میں ضعف آنے لگتا ہے تو وہ شکست خوردہ عناصر اپنی شکست کا بدلہ لینے کے پھر سے ابھر آتے ہیں۔ لیکن وہ ٹیکنیک عجیب اختیار کرتے ہیں۔ وہ اپنے قدیم نظریات اور رسومات کا احیاء نہیں کرتے کیوں کہ اس جماعت کے وارثوں کو ان الفاظ و ارکان سے چڑ ہوتی ہے۔ وہ ان کے نظریات کے لفظوں اور ان کے ارکان کی شکلوں کو علی حالہ قائم رہنے دیتے ہیں' صرف ان کا مقصد حیات بدل دیتے ہیں۔ امت مسلمہ کا مقصد حیات دنیا میں نظام خداوندی کا غالب کرنا تھا۔ وہ اس مقصد کو ان کی نگاہوں سے اوجھل کر

کے' انفرادی نجات کو مقصود زندگی قرار دے دیتے ہیں- اسے کہتے ہیں دین کو مذہب سے بدل دینا۔
نزول قرآن سے پہلے جتنے مذاہب تھے ان کے ساتھ یہی ہوا تھا- وہ اپنے آغاز میں دین تھے' شکست خوردہ قوتوں نے انہیں بعد میں مذہب میں تبدیل کر دیا- یہی کچھ اسلام کے ساتھ ہوا- اس نے نظام خداوندی کے قیام سے ملوکیت' مذہبی پیشوائیت اور نظام سرمایہ داری کو شکست دی تھی- جب مسلمانوں کا مقصد حیات بدل گیا تو یہ قوتیں ابھر آئیں- انہوں نے قرآن کے حروف' معتقدات کے الفاظ' نظام خداوندی کے پروگرام کے ارکان صوم و صلوٰۃ وغیرہ کی شکلوں کو علی حالہ رہنے دیا لیکن ان کے مفہوم کو بدل دیا- مقصود بدل دیا اور پھر اس کے بعد عوام کے دل میں اس عقیدہ کو راسخ سے راسخ تر کرتے چلے گئے کہ یہی اسلام ہے اور اسی کا قائم رکھنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ جس سے خوشنودی باری تعالیٰ حاصل ہوتی ہے- اب علماء کرام کا فریضہ نظام خداوندی کو دیگر نظامات پر غالب کرنا نہ رہا بلکہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں "مذہب اسلام" کی افضلیت ثابت کرنا رہ گیا- اتنا ہی نہیں بلکہ خود ان کے اپنے اندر' مختلف فرقوں کے نزدیک اسلام کی خدمت یہ قرار پائی کہ دوسرے فرقوں کے مسلک کے مقابلہ میں اپنے فرقہ کے مسلک کی برتری ثابت کر دیں- اس طرح مختلف مذہبی فرقے آپس میں ٹکراتے رہتے ہیں اور یوں ان فرقوں میں سر پھٹول ہوتی رہتی ہے- یہ ہے ہمارا آج کا اسلام- ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہوتا ہے! جب دین مذہب میں بدل جائے تو یہی ہوتا ہے-

یہ جو ہم آئے دن اہل مذاہب کے ساتھ مناظروں اور مباحثوں سے' ان کے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی افضلیت ثابت کرتے ہیں' یہ اصولی طور پر بے معنی ہے- جب اسلام مذہب ہے ہی نہیں تو اس کا مذاہب سے مقابلہ کیا؟ اسلام ایک نظام حیات ہے اس کا دنیا کے نظامہائے حیات کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہئے- مثلاً شہنشاہی نظام حکومت' آمریت' مغربی جمہوریت' سیکولرازم' نیشنلزم' نظام سرمایہ داری' سوشلزم اور کمیونزم وغیرہ کے ساتھ مقابلہ- قرآن نے جب کہا ہے کہ یہ تمام غیر خدائی نظامہائے پر غالب آ جائے گا تو اس سے یہی مراد ہے- مذاہب نے تو اپنی موت آپ مر جانا ہے- اس لئے مذاہب پر غالب آنے کے کیا معنی- سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے ان نظریات حیات' ان قوانین خداوندی کے ساتھ کیا کیا جو رسولؐ اللہ کی وساطت سے ہم تک پہنچے؟

صلوٰۃ کے الفاظ' ذکر کے الفاظ' صوم کے الفاظ' زکوٰۃ کے الفاظ' حج کے الفاظ' اس طرح ہمارے پاس موجود ہیں لیکن صلوٰۃ نہ تو فحشاء و منکر سے روکتی ہے- (29:45) نہ صوم سے اللہ کی کبریائی پیدا ہوتی ہے- (2:185) نہ زکوٰۃ سے عالم انسانیت کو نشوونما ملتی ہے- (22:41) نہ حج پر اکھٹے ہو کر' دلائل و براہین کی رو

سے مسائل حل ہوتے ہیں۔ یہ ساری اصطلاحات موجود ہیں اور ان پر اتنی شدت اور اتنی کثرت سے عمل ہو رہا ہے کہ دیگر مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی' پھر کیا وجہ ہے کہ ان سے وہ نتائج برآمد نہیں ہو رہے جو خدائے صادق و عادل کے وعدے کے مطابق برآمد ہونے چاہئیں۔ وجہ واضح ہے۔ وہی اعمال خوشگوار نتائج مرتب کر سکتے ہیں جو قوانین خداوندی کے مطابق صحیح نظام کے اندر رہتے ہوئے سرزد ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو انسان کی ساری محنت اکارت چلی جاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ جب دین مذہب میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اس نظام کے ظاہری ارکان و شعائر تو باقی رہ جاتے ہیں لیکن ان کی روح (غرض و غایت) باقی نہیں رہتی۔

یاد رکھئے ! خواتین و حضرات ! اسلام بحیثیت دین' اس دن ختم ہو گیا تھا' جب امت میں وحدت نہیں رہی تھی۔ یعنی جب امت مختلف مذہبی فرقوں اور سیاسی پارٹیوں یا حکومتوں میں بٹ گئی تھی۔ یہ تھا ہماری موجودہ ذلت و مسکنت کا آغاز۔ قران حکیم نے اس امت کو تاکید کی تھی کہ

و لا تکونوا من المشرکین ○ من الذین فرقوا دینھم و کانو ا شیعا کل حزب بما لدیھم فرحون ○ (30:31-32)

”یاد رکھو ! تم مومن ہونے کے بعد پھر مشرکین میں سے نہ ہو جانا۔ یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے دین میں مذہبی فرقے یا سیاسی پارٹیاں بنا لیں اور اس کے بعد ہر گروہ اس فریب میں مبتلا ہو کر بیٹھ جائے کہ ہم حق پر ہیں باقی سب باطل پرست ہیں۔“

چونکہ بدقسمتی سے ہمارے ہاں امت کا ہر فرد کسی نہ کسی فرقہ سے وابستہ ہوتا ہے اس لئے قرآن حکیم کی اس قسم کی آیات ان پر بڑی گراں گزرتی ہیں۔ ان کے فرقوں کے بندھن' یعنی مذہبی پیشوا' انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیتے ہیں ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام پر کوئی فرقہ بھی قائم نہ ہو؟ ہم اسلام پر قائم ہیں اس لئے ہم پر ان آیتوں کا اطلاق نہیں ہوتا لیکن قرآن حکیم نے تو کسی فرقہ کی بھی استثناء نہیں کی۔ اور یہ بات بڑی واضح ہے' دین' امت واحدہ کی شکل میں ہی قائم اور باقی رہ سکتا ہے۔ جب امت فرقوں میں بٹ گئی تو دین باقی نہ رہا' مذہب رہ گیا۔ لہٰذا کوئی فرقہ یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ ہم دین پر قائم ہیں۔ دین پر قائم امت ہوتی ہے۔ افراد یا فرقے مذہب پرست ہو سکتے ہیں' دین پر قائم نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رسولؐ اللہ سے کہہ دیا تھا کہ

ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا لست منھم فی شی ء (6:160)

”جو لوگ دین میں فرقے پیدا کر لیں' اے رسولؐ ! تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔“

رسولؐ کا تعلق بالواسطہ امت سے ہوتا ہے' فرقوں سے نہیں۔
ان فرقوں کے "بندھن" یعنی مذہبی پیشواؤں کی کیفیت کیا ہے اس کے متعلق ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی' قرآن سے سنئے۔

یا ایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار و الرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ (9:34)

"اے ایمان والو! علماء و مشائخ کی اکثریت کا یہ عالم ہے کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھا جاتے ہیں اور بجائے اس کے' کہ لوگوں کو اللہ کی طرف جانے والے راستہ پر چلائیں' الٹے ان کی راہ میں روک بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

دنیا کے ہر مذہب میں مذہبی پیشواؤں کو انسان اور اللہ کے درمیان وسیلہ قرار دیا جاتا ہے۔ انہیں اللہ کی طرف لے جانے والے راستے کا امام تسلیم کیا جاتا ہے۔ دنیا کے مذاہب کا یہ عقیدہ اور مسلک ہے' اور ان سب کے خلاف قرآن کا انقلاب آفرین اعلان کہ جن کے متعلق تم سمجھتے ہو کہ یہ اللہ تک لے جانے والے راستے میں تمہارے قائد ہیں' درحقیقت اس راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی ہیں۔ جب تک انہیں راستے سے ہٹایا نہیں جائے گا۔ تم اللہ تک پہنچ ہی نہیں سکو گے۔ غور فرمایا آپ نے' قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ یہ آیت گہرے غور و فکر کی متقاضی ہے کیوں کہ اس میں ہمارے معاشرہ کے بگاڑ کا علاج پوشیدہ ہے۔
علامہ اقبالؒ نے ان عالموں اور واعظوں کی تصویر کشی کچھ یوں کی ہے۔

لبھاتا ہے دل کو کلام خطیب — مگر لذت شوق سے بے نصیب
بیاں اس کا منطق سے سلجھا ہوا — لغت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا
تمدن' تصوف' شریعت کلام — بتان عجم کے بجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

جب ہم مذہبی پیشواؤں کے بارے میں آیات ربانی سنتے ہیں یا جب کلام اقبالؒ ان کے متعلق پیش کیا جاتا ہے تو معلوم ہے ہمارا رد عمل کیا ہوتا ہے؟ ہم خوب خوب جھومتے ہیں ..... اور بس! ذرا نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ کا دین تو ایک ہے لیکن ہمارے ہاں ہر فرقے کا اپنا اپنا 'اسلام' ہے! جب ملک عزیز پاکستان کا دستور ہر فرقے کو "قرآن و سنت" کی اصطلاح کی تشریح اپنی فقہ اور روایات کے مطابق کرنے کی اجازت دے گا تو

پھر یہی ہو گا جو ہو رہا ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے ہم انہی مذہبی پیشواؤں سے جو فرقہ واریت کے ذمہ دار ہیں، قوم میں اتحاد اور یگانگت پیدا کرنے کی اپیلیں بھی کرتے رہتے ہیں !

آیئے دیکھیں کہ قرآن حکیم اس یاس انگیز ماحول سے نکلنے کی راہ کیا بتاتا ہے کیوں کہ انسانی درماندگیوں اور ناکامیوں کا مداوا رب العزت کی بار گاہ کے سوا کہیں سے نہیں مل سکتا۔

تجدید مقصود

سابقہ اقوام جب اس سطح پر اتر آتی تھیں تو ان کی طرف اللہ کا ایک اور رسول آ جاتا تھا جو اللہ کا نظام ان کے سامنے پھر سے رکھ دیتا تھا۔ اور اس طرح مذہب کو دین سے بدل دیتا تھا۔ لیکن حضور نبی اکرمؐ کی طرف نازل کردہ ضابطہ حیات چونکہ مکمل، غیر متبدل، محفوظ اور تمام نوع انسانی کے لئے قیامت تک نظام خداوندی کا منشور تھا، اس لئے حضورؐ کے بعد کسی مامور من اللہ کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ ان سے کہا گیا اگر تمہارا دین بھی مذہب سے بدل جائے تو تمہارے لئے کرنے کا کام یہ ہو گا کہ تم قرآن کے متعین کردہ مقصد، یعنی دین خداوندی کو نظام ہائے عالم پر غالب کرنے کا مقصد از سر نو اپنے سامنے رکھ لو - سمجھنے کی خاطر اسے تجدید مقصد کہہ لیجئے۔ دیکھئے قرآن حکیم اس عظیم حقیقت کو کس قدر بلیغ انداز میں پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

یا یھا الذین امنوا امنوا باللہ و رسولہ و الکتاب الذی نزل علی رسولہ (4:136)

اس آیت کا عام ترجمہ یہ ہے کہ "اے ایمان والو ! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جسے اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کیا۔"

یہاں یہ بات بظاہر عجیب سی لگے گی کہ جن لوگوں کو اللہ خود "ایمان والو" کہہ کر مخاطب کرتا ہے، انہیں ایمان لانے کے لئے کیوں کہا جا رہا ہے؟ یہ بڑی عظیم حقیقت ہے اور گہرے غور و فکر کی محتاج۔ جو قوم مذہب کی سطح پر اتر آتی ہے، لیکن اپنے آپ کو منسوب اسی دین کی طرف کرتی رہتی ہے، قرآن حکیم انہیں، دیگر مذاہب سے الگ کر کے، ان کی ملی تشخص کو تسلیم کرتا ہے۔ اس نہج سے **یا یھا الذین امنوا** کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اللہ کے مقرر کردہ مقصد کو فراموش کر دیا ہوتا ہے اس لئے ان سے کہتا ہے کہ تم پھر اپنے سامنے اسی مقصد کو رکھ لو۔ یعنی نظام خداوندی کو دیگر نظامات پر غالب کرنا۔ اس طرح اللہ کے نظام کے قیام و دوام کا سلسلہ، نسلاً بعد نسل، آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ لیکن اس کے لئے دو شرائط ضروری ہیں۔

اعتصام بحبل اللہ

(1) **و اعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا** (3:102) - کتاب اللہ کے ساتھ وابستگی یعنی جملہ امور حیات کے فیصلے اس کے مطابق- اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ اسلام نہیں' کفر ہو گا- اور اگر اس کے ساتھ' انسانوں کے وضع کردہ احکام و قوانین کو بھی یہی حیثیت دے دی گئی تو یہ شرک ہو گا-

(2) امت واحد بن کر رہنا- اگر امت مختلف فرقوں میں بٹ گئی (جیسے آج بٹی ہوئی ہے) تو یہ توحید نہیں' شرک ہو گا' جیسا کہ سورۃ الروم آیات (32-30:31) میں واضح الفاظ میں بتا دیا گیا ہے- اسی طرح آیت (3:102) میں کہہ دیا گیا ہے کہ یاد رکھو دین نہ انفرادی مسلک کا نام ہے' نہ گروہ بندیوں کے طریقے کا- لہٰذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم' سب کے سب بلا استثناء' اجتماعی طور پر' کتاب اللہ کے ساتھ' محکم طور پر وابستہ رہو اور امت میں فرقہ پرستی اور پارٹی بازی کو نہ آنے دو کہ فرقہ پرستی شرک ہے-

(3) ظاہر ہے کہ امت کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے ایک ایسے "میر کارواں" کی ضرورت ہو گی جو قرآن حکیم کو ہاتھ میں لے کر اللہ کے احکام کی اطاعت کرائے تاکہ یہاں اللہ کی حاکمیت قائم ہو سکے- یاد رہے کہ اسلامی مملکت یا حکومت' اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نام ہے جس کا عملی ذریعہ اس کی کتاب کی حکمرانی ہے- رسولؐ اللہ نے اپنے زمانے میں یہی کہا تھا اور یہی ہمارے لئے سنت رسولؐ اللہ ہے-

حرف آخر

غور فرمایا آپ نے خواتین و حضرات ! ہمیں اپنے آج کے اسلام کو دین اللہ بنانے کے لئے کیا کرنا ہو گا-

مختصراً" ہمیں قرآن کی طرف آنا ہو گا- قرآن کی پکار سمجھنے کی کوشش کرنی ہو گی- ہماری زندگی اور عروج و اقبال کا سراغ اسی کتاب سے ملے گا- قرآن' ذکر للعالمین (6:91) ہے- یعنی تمام اقوام عالم کے لئے ضابطہ حیات ہے- اگر کوئی قوم انہیں اپنانے کے بعد چھوڑ دے' تو یہ اصول معطل ہو کر نہیں رہ جاتے- یہ چلے ہوئے کارتوس بن کر نہیں رہ جاتے- انہیں جو قوم اپنا لے گی- ان کے خوشگوار نتائج سے بہریاب ہو گی- اس نے خود مسلمانوں سے برملا کہہ دیا تھا کہ

و ان تتو لوا یستبدل قوما غیر کم - ثم لایکونو امثالکم (47:37)

"اگر تم نے ان سے منہ موڑ لیا تو تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے لے گی اور وہ تمہاری جیسی نہیں ہو گی- تم سے بہتر ہو گی-"

آیئے مہلت کے وقفہ سے فائدہ اٹھائیں اور صدیوں کے وضع کردہ رطب و یابس اور شرک عظیم سے توبہ کر کے توحید قرآنی کی بارگاہ عظیم میں سرتسلیم خم کر دیں تا کہ اللہ کے نظام کو دیگر نظامات پر غالب کرنے کی کوئی صورت نکلے- یہی قانون خداوندی کا تقاضا ہے- یہی سنت رسولؐ اللہ کا حقیقی اتباع- اور یہی ہمارے آج کے اسلام کو قرآنی اسلام (یعنی حقیقی اسلام) میں تبدیل کرنے کا واحد طریقہ ہے-

اور اگر ہم نے مہلت کے وقفہ سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی روش' اللہ کے اٹل قانون کے مطابق نہ بدلی تو اس سے اسلام کا کچھ نہیں بگڑے گا کہ وہ اپنے ظہور (غلبہ) کے لئے کوئی اور خطہ زمین تلاش کر لے گا- لیکن ہمارا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا- یہی وہ اصول خداوندی ہے جس سے ہمیں ڈرنا چاہئے کہ وہ ہمیں اس قسم کے مہلت کے وقفے بار بار نہیں دے گا-

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

SUBSCRIPTIONS

Most of the subscriptions shall be expirting in December 1994. Patrons are requested please to renew their subscriptions before end of the year.

Rates of Subscription shall be 18 US Dollars for Foreign Countries and Rs. 120.00 for local subscribers.

Please note our Account Number 3082 National Bank of Pakistan, Main Market Gulberg 2, Lahore (Pakistan)

IDARA TOLU-E-ISLAM

احادیث کا صحیح ترین مجموعہ

(علامہ غلام احمد پرویزؒ)

(جس کے ایک لفظ میں بھی کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا)

اصطلاح میں حدیث' حضور نبی اکرمؐ کے اقوال اور اعمال کو کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر حضورؐ کے سامنے کوئی بات ہوئی اور اس سے آپ نے منع نہیں فرمایا نہ اس کی تردید کی' تو وہ بھی حدیث کے زمرہ میں شامل ہو جاتی ہے۔ اسے اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں۔ آپؐ نے قرآن کریم کو تو مرتب اور مدون شکل میں امت کو دیا لیکن اپنی احادیث کا کوئی مجموعہ مرتب فرما کر نہیں دیا۔ کافی عرصہ بعد' بعض حضرات نے اپنے طور پر ان احادیث کو جمع کرنا شروع کیا جو اس وقت لوگوں میں زبان زد تھیں۔ احادیث کے اس قسم کے بہت سے مجموعے ہیں لیکن ان میں سے چھ مجموعے ایسے ہیں جنہیں سنی حضرات صحیح مانتے ہیں۔ (شیعہ حضرات کے اس قسم کے اپنے مجموعے ہیں) سنیوں کے ان مجموعوں میں امام بخاریؒ اور مسلمؒ کے مجموعے صحیح ترین تسلیم کئے جاتے ہیں اور بخاری کو **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** کہا جاتا ہے۔ ان جامعین احادیث کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

(1) امام بخاریؒ — یہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ اور قریب 256ھ میں سمرقند میں وفات پائی۔

(2) امام مسلمؒ — یہ ایران کے مشہور شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے اور 231 ھ میں وفات پائی۔

(3) امام ترمذیؒ — یہ ایران کے شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ سال وفات 279ھ ہے۔

(4) امام ابوداؤدؒ — یہ سیستان (ایران) کے رہنے والے تھے۔ 275ھ میں وفات پائی۔

(5) ابن ماجہؒ — یہ شمالی ایران کے شہر قزوین کے رہنے والے تھے۔ سن رحلت 273ھ ہے۔

(6) امام نسائیؒ — یہ مشرقی ایران کے صوبہ خراسان کے ایک گاؤں نساء میں پیدا ہوئے۔ ان کا سن وفات 303ھ ہے۔

یہ تمام حضرات ایرانی تھے اور انہوں نے اپنے مجموعوں کو' لوگوں کی زبانی روایت سے' تیسری صدی

ہجری میں مرتب فرمایا۔ ان مجموعوں کے اتنا عرصہ بعد اور اس طرح مرتب کئے جانے کا نتیجہ ہے کہ (اور تو اور خود) سنی حضرات بھی ان مجموعوں کی تمام احادیث کو صحیح نہیں تسلیم کرتے۔ کوئی ایک حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے تو دوسرا اس کا انکار کرتا ہے۔ چنانچہ امت میں اس وقت جس قدر اختلافات پائے جاتے ہیں' ان کی بنیادی وجہ یہی ہے۔ ان اختلافات کی نوعیت کیا ہے' اس کے لئے ہم ان بحثوں کا ذکر نہیں کرنا چاہتے جو ہزار برس سے امت میں متواتر چلی آ رہی ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں خود اپنے زمانے کے دو مکاتب فکر کا ذکر کر دینا کافی سمجھتے ہیں' جو حدیث کے بہت بڑے حامی ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب' (صدر جمعیت اہل حدیث) اپنے رسالہ "جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث" میں تحریر فرماتے ہیں۔

> تحقیق و تثبیت کے بعد حدیث کا ٹھیک وہی مقام ہے جو قرآن عزیز کا ہے۔ اور فی الحقیقت اس کے انکار کا ایمان و دیانت پر بالکل وہی اثر ہے جو قرآن عزیز کے انکار کا ہے ...... جو احادیث قواعد صحیحہ اور آئمہ سنت کی تصریحات کے مطابق صحیح ثابت ہوں ان کا انکار کفر ہو گا اور ملت سے خروج کے مترادف۔ (صفحہ 48)

آگے چل کر وہ رقمطراز ہیں۔

> بخاری اور مسلم کی احادیث پر امت متفق ہے ..... ان احادیث کی صحت قطعی ہے۔ (صفحہ 51)

اس سے ظاہر ہے کہ اہل حدیث حضرات کے عقیدہ کے مطابق' بخاری اور مسلم کی کسی حدیث سے انکار' کفر ہے اور ایسا کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس' سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا ارشاد ہے کہ

> یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہئے۔ (ترجمان القرآن اکتوبر - نومبر 1952)

اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ

> اصل واقعہ یہ ہے کہ کوئی روایت جو رسول اللہؐ کی طرف منسوب ہو اس کی نسبت کا صحیح اور معتبر ہونا بجائے خود زیر بحث ہوتا ہے۔ آپ (فریق مقابل) کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے۔ جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں۔ ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل

نہیں مانتے۔ (رسائل و مسائل - حصہ اول صفحہ 290)

خود حنفی حضرات، بخاری اور مسلم کی قریب دو سو احادیث کو صحیح تسلیم نہیں کرتے جب کہ (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے) اہل حدیث حضرات، ان مجموعوں کی کسی ایک حدیث کے انکار کو بھی کفر قرار دیتے ہیں اور ایسا سمجھنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ جب بخاری اور مسلم کا (جو حدیث کے صحیح ترین مجموعے سمجھے جاتے ہیں) یہ حال ہے تو باقی مجموعوں میں اختلاف کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان مجموعوں کی تعداد پچاس کے قریب بتائی ہے اور وہ ان سب میں صحیح اور غیر صحیح کا اختلاط مانتے ہیں۔

لیکن ان کے باوجود، اقوال و اعمال رسول اللہؐ کا ایک مجموعہ ایسا بھی ہے جس کے کسی ایک لفظ میں بھی کسی مسلمان کو ___ خواہ وہ سنی ہو یا شیعہ - حنفی ہو یا اہلحدیث - مولانا محمد اسماعیل صاحب ہوں یا مودودی صاحب ___ کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس مجموعہ میں اس قسم کے اقوال بڑی تعداد میں ہیں۔ وہ میرے پاس موجود ہے۔ میں آج کی نشست میں، اس میں سے کچھ اقوال پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس خطاب کے خاتمہ پر میں، اس اہم مجموعہ کی زیارت بھی آپ حضرات کو کرا دوں گا۔ قلت وقت کے پیش نظر میں ان اقوال کا صرف اردو ترجمہ اور مفہوم پیش خدمت کروں گا۔ متن بعد میں آپ حضرات خود دیکھ لیجئے گا۔ **واللہ المستعان علیہ توکلت و الیہ انیب**

خدا کا تصور

دین کی بنیاد ایمان خداوندی پر ہے۔ لیکن خدا پر ایمان کے یہ معنی نہیں کہ خدا کے متعلق جس قسم کا جی چاہے تصور قائم کر لیا جائے اور اسے خدا پر ایمان قرار دے دیا جائے۔ خدا پر ایمان کے معنی ہیں خدا کا صحیح تصور۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم ان اقوام و افراد کو بھی خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے جو خدا کے منکر نہیں۔ اسے مانتے ہیں۔ ان لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دینے سے مفہوم یہ ہے کہ وہ خدا کا صحیح تصور اپنے سامنے رکھیں۔ اس اعتبار سے میں سب سے پہلے خدا کے اس تصور کو پیش کرتا ہوں جسے رسول اللہؐ نے بیان فرمایا۔ اس سلسلہ میں پہلے کائناتی خدا کو سامنے لایا گیا اور کہا کہ

(1) کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو مراحل میں پیدا کیا۔ تم غیر خدائی قوتوں کو اس کا ہمسر قرار دیتے ہو حالانکہ وہ خدا جملہ کائنات کا نشوونما دینے والا ہے۔ (41/9)

(2) ذرا مجھے بتاؤ کہ اگر خدا زمین کی گردش کو ساکت کر دے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تمہارے ہاں ہمیشہ رات ہی رہے، دن نہ چڑھے۔ یا (دوسری طرف) دن ہی رہے، رات پڑے ہی نہیں۔ تو وہ

کون ہے جو زمین کے اس سکون کو مبدل بہ حرکت کرے سلسلہ لیل و نہار کو جاری کر سکے۔ یہ اس کی رحمت ہے جو اس نے اس سلسلہ کو یوں قائم کیا ہے کہ تمہارے لئے کام اور آرام کے وقفے باری باری آتے رہتے ہیں۔ (28/73-71)

(3) پھر فرمایا کہ تم مجھے بتاؤ کہ خدا کے سوا وہ کون ہے جو تمہیں بحروبر کے تاریک راستوں کے خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ (6/63)

حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے وہ سب خدا ہی کا ہے (اور اس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ (6/12)

(4) (فرمایا کہ) مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں زمین و آسمان سے رزق دیتا ہے۔ (اسباب رزق کس کے پیدا اور مہیا کردہ ہیں؟)۔ وہ کون ہے جو تمہاری سماعت و بصارت پر پورا پورا اقتدار رکھتا ہے؟ وہ کون ہے کہ جس کا قانون تخلیق' بے جان مادہ سے زندگی کی نمود کرتا' اور زندہ اجسام کے عناصر کو ہر آن تلف کر کے ان کی جگہ جدید سالمات وجود میں لاتا ہے۔ وہ کون ہے جو اس عظیم سلسلہ کائنات میں تدبیر امور کرتا ہے۔ یہ ہے تمہارا رب (جس کی طرف میں دعوت دیتا ہوں) لیکن تمہاری یہ کیفیت ہے کہ تم ایسی کھلی ہوئی حقیقت کے بعد جس کا تمہیں خود اعتراف ہے' غلط راستوں پر چل نکلتے ہو۔ اس خدا نے کائنات کی تخلیق کی ابتدا کی تھی اور اب وہ اسے مختلف گردشیں دے کر سنوارتا چلا جاتا ہے؟ کیا اس تمام نظم و نسق میں کسی اور کا قانون شریک و سہیم ہے؟ (ایسا ہو ہی نہیں سکتا)۔ (10/34-31)

(5) (اے خدا پر ایمان رکھنے کے مدعیو ! تمہیں یہ تو تسلیم ہے کہ) زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کی ملکیت ہے' وہی کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر شے کو نشوونما دیتا ہے۔ اور اس کا مرکزی کنٹرول بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر شے کا محافظ ہے لیکن اسے کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ (اتنا کچھ تو تم مانتے ہو۔ لیکن اس کے بعد یہ کیوں نہیں مانتے کہ جس طرح کائنات کی ہر شے اس کے قوانین کی اطاعت کرتی ہے تمہیں بھی اس کے قوانین کی اطاعت کرنی چاہئے۔ مجھے حیرت ہے کہ اس مقام پر آ کر تمہیں کیا ہو جاتا ہے۔ وہ کونسی بات ہے جس سے تم اس معاملہ میں دھوکا کھا جاتے ہو۔ (23/89-84)

(6) ذرا سوچو کہ اگر کائنات پر خدا کا نظام نشوونما محیط نہ ہوتا ___ وہ نظام جو ہر شے کو سامان پرورش بھی بہم پہنچاتا ہے اور اس کی حفاظت کا انتظام بھی کرتا ہے ___ تو زندگی کے خطرات سے

تمہیں کون بچا سکتا تھا۔ (21/42) یاد رکھو ! اس کے سوا تمہارا کوئی حامی و ناصر نہیں۔ (33/17)
وہی تمہیں سامان زیست عطا کرتا ہے۔ (34/24) اس کا کوئی شریک نہیں۔ (34/27)

انسان کی اپنی دنیا

(7) خارجی کائنات کے بعد، تم خود اپنی طرف آؤ اور مجھے بتاؤ کہ اگر خدا تمہاری سماعت و بصارت اور سمجھنے سوچنے کی صلاحیت سلب کر لے تو وہ کون ہے جو تمہیں یہ قوتیں اور صلاحیتیں واپس دلا دے یا اس تباہی سے تمہیں محفوظ کر لے (جو قوانین خداوندی کی خلاف ورزی کا فطری نتیجہ ہے)۔ (6/47-46)

(8) یاد رکھو ! خدا مالک الملک ہے۔ خدائی اور کبریائی کے اقتدارات صرف اسی کو حاصل ہیں۔ قوموں کی حکومت و سطوت - عروج و زوال - عزت و ذلت کے فیصلے سب اس کے متعین فرمودہ قوانین مشیت کے مطابق ہوتے ہیں۔ (3/25) وہ **فاطر السموت و الارض** ہے۔ وہ **عالم الغیب و الشھادۃ** ہے۔ تمام اختلافی امور میں قول فیصل اسی کا قانون ہے۔ (39/46) تم کسی بات کو اپنے دل میں چھپاؤ یا اس کا اظہار کرو، اسے سب کا علم ہوتا ہے۔ (3/28 : 68-22/68) رزق کی بست و کشاد بھی اسی کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ہوتی ہے۔ جو ان قوانین کا اتباع کرتا ہے اسے رزق کی کشاد حاصل ہو جاتی ہے۔ جو ان کے خلاف چلتا ہے۔ اس کی روزی تنگ ہو جاتی ہے۔ (34/36 : 20/124) یاد رکھو ! کائنات کا ہر حادثہ اسی کے قوانین کے مطابق رونما ہوتا ہے۔ اور انسانی زندگی میں رنج و راحت بھی اسی کے قوانین کے مطابق حاصل ہوتے ہیں۔ (9/51 : 4/78)

(9) (اسے بھی اچھی طرح سن رکھو کہ جغرافیائی حدود سے نہ اس کی خدائی میں فرق آ سکتا ہے۔ نہ ہی یہ چیز انسانوں میں تفریق کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لئے کہ) مشرق و مغرب سب خدا ہی کے ہیں۔ (2/142)

(10) (میں پھر دہرا دوں کہ جس خدا پر ہم ایمان رکھتے ہیں وہ ہے جو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر شے کو سامان نشوونما بہم پہنچاتا ہے۔ وہ ہر شے کا خالق ہے۔ نفع اور نقصان سب اس کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق پہنچتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس، تم انہیں خدا مان رہے ہو جن میں اس کی کوئی قوت نہیں۔ سوچو کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تاریکی اور روشنی ایک جیسی ہو سکتی

ہے؟ (13/16)_ ایسی چیزوں کو معبود بنالینا جنہیں نہ کسی قسم کا اختیار و اقتدار حاصل ہو- نہ ہی وہ کسی عقل و فکر کی مالک ہو- اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے- (39/44-43)

(11) (تم اچھی طرح سن رکھو کہ) میرا رب وہ ہے جس کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی محکومیت اختیار کی جائے- (13/30) تم اس کے ساتھ جنہیں شریک خدائی کرتے ہو ذرا انہیں بلاؤ تو سہی- ذرا ان کا کچھ پتہ نشان تو دو- باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ تم ان کے ذریعے خدا تک اپنی بات پہنچاتے ہو' تو وہ بیچارے خود کسی بات کا علم نہیں رکھتے- وہ تمہاری بات اس خدا تک کیسے پہنچائیں گے جو ہر شے کا علم رکھتا ہے' (13/33-30) (10/18 : 49/16)_ اگر اس کے کوئی شریک خدائی ہوتے تو وہ یقیناً اس کے تخت کبریائی تک جا پہنچتے- (لیکن ایسا ہو ہی نہیں سکتا) (17/46)_ یاد رکھو ! ان میں سے کوئی ہستی ایسی نہیں جو تمہیں نفع یا نقصان پہنچانے کا اقتدار رکھتی ہو- (5/76) یا اگر تم پر خدا کے کسی قانون کی خلاف ورزی سے کوئی مصیبت آ جائے تو وہ اس مصیبت سے تمہیں بچا لے- (6/40) اور اگر تم یہ کہو کہ یہ ہستیاں غیب کا علم رکھتی ہیں تو اس بات کو کان کھول کر سن لو کہ غیب کا علم خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں- (27/65)

(12) (میں نے خدا کے متعلق یہ چند باتیں تم سے بیان کی ہیں ورنہ) اس کی صفات و کلمات کا تو یہ عالم ہے کہ اگر دنیا کے تمام سمندر روشنائی بن جائیں' تو وہ پھر بھی ختم نہ ہوں- (18/109) تفصیل میں جانے سے تو اس کی یہ کیفیت ہے لیکن اگر اسے اجمالاً" سمجھنا چاہو تو یہ سمجھ لو کہ جس خدا کی طرف میں دعوت دیتا ہوں' وہ خدائے واحد ہے- اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں- وہ یگانہ ہے' اسے کسی کی احتیاج نہیں لیکن کائنات کی ہر شے اپنی ہر احتیاج میں اس کی دست نگر ہے- وہ نہ خود سلسلہ تولید سے وجود میں آیا ہے' نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے- دو لفظوں میں یوں سمجھ لو کہ اس کا کوئی مثیل و نظیر و ہمسر نہیں- وہ اپنی ذات و صفات میں یگانہ و لاشریک ہے- (112/4-1)

(13) میں پوچھتا یہ ہوں کہ کیا تم ایسے خدا کی بابت جھگڑے نکالنا چاہتے ہو جو اسے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں' سب کو سامان زیست مہیا کرتا ہے- (2/139) اور اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے- (34/24) میں کہتا ہوں کہ تم زیادہ نہیں' کم از کم اتنا ہی سوچو کہ اگر وہ پانی کے متعلق یہ قانون بنا دے کہ وہ زمین کے اندر جائے تو اس میں جذب ہو کر رہ جائے- اوپر آئے ہی نہیں' تو دنیا میں کوئی ذی حیات زندہ رہ سکتا ہے؟ (67/30) یہ ہے وہ خدائے رحمٰن جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں- (67/29)

(1 لیکن میں نے جو اسے رحمٰن کہہ کر پکارا ہے تو یہ اس کی صفت رحمانیت کی نسبت سے ہے- ورنہ اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں کہ تم اسے کس نام سے پکارتے ہو- اہمیت نام کی نہیں- اہمیت اس تصور کی ہے جو تم خدا کے متعلق رکھتے ہو- اس کا تصور صحیح ہو تو پھر اسے جس نام سے جی چاہے پکارو- ہر حسین نام جو اس کی کسی صفت کا مظہر ہو اسی کا ہے- (17/110)

...حی کے متعلق ارشادات

...یہ ہے جو کچھ خدا پر ایمان کے سلسلہ میں ارشاد ہوا- لیکن خدا پر ایمان کے ضمن میں اس حقیقت کو ...سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا عملی فرق وحی پر ایمان سے پڑتا ہے- ایک شخص یہ مانتا ہے کہ خدا ہے اور اس کی ...یہ صفات ہیں لیکن وہ کہتا ہے- جہاں تک میرے معاملات کا تعلق ہے انہیں میں اپنی صوابدید کے مطابق خود ...طے کرتا ہوں- ان سے خدا کا کوئی تعلق نہیں تو ایسے شخص کو بھی ایمان رکھنے والا نہیں سمجھا جائے گا- خدا ...پر ایمان کا عملی مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات کو ان اصولوں کے مطابق طے کرے جنہیں خدا نے متعین کیا ہے اور اپنا جملہ کاروبار حیات ان حدود و قیود کے اندر رکھے جو خدا کی طرف سے مقرر ہوئی ہیں اور جس کا انسان کو علم وحی کی رو سے دیا گیا ہے- اگر کوئی شخص وحی کو نہیں مانتا تو اس کا خدا کو ماننا نہ ماننا یکساں ہے- اس لئے ذات و صفات خداوندی کے بعد' جو کچھ وحی کے متعلق فرمایا گیا' اب اسے دیکھئے- ارشاد ہوا-

(1) تم وحی کہ کنہ دحقیقت کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہو ! اس سلسلہ میں اتنا سمجھ لو کہ وحی کا تعلق خدا کے عالم امر سے ہے- (17/85) (اور تمہارا علم' عالم محسوسات تک محدود ہے- اس لئے اسے تو نبی کے علاوہ کوئی اور سمجھ نہیں سکتا- البتہ جو تعلیم وحی کی رو سے پیش کی جاتی ہے تم اسے سمجھ سکتے ہو- لہٰذا' تم اپنے سوال کو اسی حد تک محدود رکھو)-

(2) تم کہتے ہو کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ جو وحی میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں یعنی قرآن کریم- یہ میرے اپنے ذہن کی تخلیق نہیں خدا کی طرف سے ہے- تو اس کا طریق بہت آسان ہے- اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں- کسی انسان کی تصنیف ہے تو تم اس جیسی کتاب تصنیف کر کے دکھاؤ- (17/88) پورا قرآن نہیں' اس جیسی دس سورتیں مرتب کر کے بتاؤ- (11/13) دس کو بھی چھوڑو- صرف ایک سورۃ بنا کر لاؤ- (10/38) بات صاف ہو جائے گی- اور اگر تم ایسا نہ کر سکو' جیسا کہ ظاہر ہے کہ تم کبھی نہیں کر سکو گے' تو پھر تمہیں یہ ماننا پڑے گا کہ

اسے اس خدا نے نازل کیا ہے جو تمام کائنات کے جملہ امور سے واقف ہے۔ (25/6) اسے روح القدس میری طرف لے کر آیا ہے۔ (16/102) اس کی ہر بات حتمی اور یقینی ہے۔ (10/53) جو شخص اس کی صداقتوں کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔ یہ اسے منزل انسانیت کی طرف جانے والا صحیح راستہ دکھا دیتا ہے۔ اور اسے ان تمام نفسیاتی الجھنوں سے نجات مل جاتی ہے جو اس کے لئے وجہ اضطراب بنتی رہتی ہیں۔ (41/44)

(3) (یاد رکھو ! ہر سوال کا صحیح جواب صرف ایک ہوتا ہے۔ (اس لئے) منزل انسانیت کی طرف لے جانے والا راستہ بھی ایک ہی ہے۔ اور وہ وہی راستہ ہے جس کی طرف خدا کی یہ کتاب راہ نمائی کرتی ہے۔ (2/120 : 3/72 : 5/71) اب تم سوچو کہ جو شخص اس راستے کو اختیار نہیں کرے گا اس کا انجام کیا ہو گا۔ کیا اس سے زیادہ راہ گم کردہ کوئی اور بھی ہو سکتا ہے؟ (46/10:41/52)

(4) میں تم سے اس قرآن کو زبردستی منوانا نہیں چاہتا۔ صداقت دل و دماغ کے کامل اطمینان کے بعد خود مانی جاتی ہے۔ منوائی نہیں جا سکتی۔ اس لئے تم میں سے جس کا جی چاہے' قرآن کو اپنا ضابطہ ہدایت تسلیم کر لے۔ جس کا جی چاہے اس سے انکار کر دے۔ (18/29 : 13/27) لیکن اگر تم اس کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو میں تمہیں متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں پیش کر رہا ہوں وہ حق ہے۔ اور حق کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ جب باطل اس کے بالمقابل آتا ہے تو یہ اسے اس طرح کچل دیا کرتا ہے کہ اس میں مقابلہ کی سکت باقی نہیں رہتی۔ اگر تم اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تو تمہارا بھی یہی حشر ہو گا۔ (34/49-48 : 17/81)

(5) (تمہارے دل میں شاید یہ بھی خیال پیدا ہو کہ میں تمہاری مخالفت سے ڈر کر تم سے مفاہمت کے لئے آمادہ ہو جاؤں گا۔ اور مفاہمت کے معنی یہ ہیں کہ تمہاری خاطر اس ضابطہ حیات میں کچھ رد و بدل کر دیا جائے۔ سو تم دل کے کانوں سے سن لو کہ اول تو میں خود ہی اس کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر بفرض محال میں ایسا چاہوں بھی تو) میں اس میں کسی قسم کی تبدیلی کر ہی نہیں سکتا۔ (10/15) (یہ جب میری اپنی تخلیق ہی نہیں تو میں اس میں کسی تبدیلی کا مجاز کیسے ہو سکتا ہوں)۔

(6) یہ تو محض خدا کے فضل و رحمت سے ہے جو اس نے اس قسم کا ضابطہ انسانوں کو عطا کر دیا ہے۔ سو نوع انسانی ! تمہیں چاہئے کہ خدا کی اس موہبت کبریٰ کے ملنے پر جشن مسرت مناؤ۔ (10/58)

خود اپنی ذات کے متعلق

خدا کی وحی ایک انسان کے ذریعے' لوگوں تک آتی ہے- اس برگزیدہ ہستی کو رسول کہا جاتا ہے- اس وحی کا اور وحی کو دوسروں تک پہنچانے والے رسول کا باہمی تعلق کیا ہوتا ہے' یہ مقام بڑا اہم بھی ہے اور نازک بھی- اس اہم نکتہ کی وضاحت بھی خود نبی اکرمؐ کی زبان مبارک سے ہمارے سامنے آتی ہے- ارشاد ہوا-

(1) (میں نے کہا کہ وحی کا سرچشمہ اس کائنات سے ماوراء' علم خداوندی ہے اور اس کا تعلق عالم امر سے ہے- لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ خود میں بھی کوئی فوق الفطرت ہستی ہوں- بالکل نہیں) میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں بس اس فرق کے ساتھ کہ مجھ پر خدا کی وحی ہوتی ہے- یہ وحی میرے کسب یا ہنر کا نتیجہ نہیں- یہ ایک وہبی نعمت ہے جو محض خدا کے فضل و کرم سے اس کی طرف سے مجھے ملی ہے (اور میں اسے تم تک پہنچا دیتا ہوں)- (3:73-72) یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے میری راہ نمائی صراط مستقیم کی طرف کر دی ہے- (6:162) اب میں باقی انسانوں کو اسی راستے پر چلنے کی دعوت دیتا ہوں اور میری یہ دعوت علی وجہ البصیرت ہوتی ہے- (12:108) میں خود بھی اسی وحی کا اتباع کرتا ہوں- (7:203) میں جو تم سے کہتا ہوں کہ تمہاری فلاں روش کا نتیجہ تباہی ہو گا تو اس کا علم بھی مجھے قرآن ہی کے ذریعے ہوا ہے- (21:45) میرا منصب یہ ہے کہ میں تمہیں زندگی کی خطرناک گھاٹیوں سے آگاہ کر دوں- (15:89) میں ایک نذیر ہوں-(38:65)

(2) (میں نے جو کہا ہے کہ) میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں (تو اس کی وضاحت میں سن لو کہ) میرے پاس نہ اللہ کے خزانے ہیں- نہ میں کوئی فرشتہ ہوں- نہ مجھے علم غیب حاصل ہے- میں خدا کی وحی کا اتباع کرتا ہوں اور یہی میری دعوت کی بنیاد ہے- (6:50)' (18:110 - 41:6) تمہارا مجھ سے یہ مطالبہ کہ میں تمہیں کوئی معجزہ دکھاؤں' بے معنی بات ہے- جب کہ میں بار بار کہتا ہوں کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں- (17:93-90) میں انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اس لئے مجھے انہی جیسا ایک انسان ہونا چاہئے- اگر زمین پر فرشتے بستے تو پھر ان کی طرف ایک فرشتہ رسول بن کر آتا- (17:95)

(3) اسے اچھی طرح سن لو کہ میں تمہارے لئے کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا- (48:11)' (72:21) تمہارے لئے نفع یا نقصان کا اختیار تو ایک طرف' میں خود اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا- یہ سب خدا کے مقرر کردہ قوانین کی رو سے ہوتا ہے- (10:49'

7:188) اگر میں بھی خدا کے کسی قانون کی خلاف ورزی کروں تو اس کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤں۔ (6:15، 39:13) مجھے اس سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ (72:22) (ظاہر ہے کہ جب میری اپنی یہ حالت ہے تو میں کسی اور کو قانون خداوندی کی خلاف ورزی کرنے کے نتائج سے کیسے بچا سکتا ہوں !) میں ہر قسم کے خطرات سے حفاظت کے لئے قوانین خداوندی کے دامن میں پناہ لیتا ہوں۔ (23:98-97، 113:1، 114:1)

(4) اسے بھی سمجھ لو کہ میں جب سیدھے راستے پر چلتا ہوں تو وہ وحی کی بدولت ہوتا ہے۔ اور اگر مجھ سے کوئی سہو یا خطا ہو جائے تو چونکہ اس کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ (خدا کی وحی نہیں ہوگی)۔ اس لئے اس کا خمیازہ بھی مجھے ہی بھگتنا پڑے گا۔ (34:50)

(5) (تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ میرے دعوے کی صداقت کا ثبوت کیا ہے؟ تم ذرا سوچو کہ میں کہیں باہر سے نہیں آیا) میں نے اس دعوے سے پہلے اپنی ساری عمر تمہارے اندر بسر کی ہے۔ کیا تم اس سے اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس قسم کی زندگی سچے انسان کی ہوتی ہے یا جھوٹے اور فریب کار کی؟ (10:16)

(6) اور پھر اسے بھی سوچو کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں اس کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں مانگتا۔ (6:91، 38:56) (لہٰذا اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس میں میرا اپنا کوئی مفاد مضمر نہیں۔ میں یہ تمہارے ہی بھلے کے لئے کہتا ہوں۔) تم میں سے جو شخص غلط راستہ چھوڑ کر' خدا کی طرف جانے والی راہ اختیار کر لے گا' تو یہی میری محنت کا معاوضہ ہو جائے گا۔ (25:57) خدا کی طرف جانے والی راہ پر گامزن ہونے کا پہلا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم جو اس وقت باہمی خوں ریزیوں اور فساد انگیزیوں میں الجھے رہتے ہو' اسے چھوڑ کر) باہمی قرابتداری کے حقوق کی نگہداشت کرنے لگ جاؤ گے۔ یہ بھی میری محنت کا معاوضہ ہو گا۔ (42:23) یعنی وہ معاوضہ جس کا نفع خود تمہاری اپنی ذات کو ہو گا۔ (34:47)

(7) (اس کے بعد یہ سمجھ لو کہ میری دعوت کا بنیادی نقطہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ) اطاعت و محکومیت صرف ایک خدا کی اختیار کی جا سکتی ہے۔ اس کے سوائے کوئی ایسی ہستی نہیں جس کے سامنے جھکا جائے۔ مجھے خدا کی طرف سے اس کی تاکید ہوئی ہے اور اسی کی اطاعت میں خود بھی کرتا ہوں۔ (39:15-11) مجھے اس سے منع کر دیا گیا ہے کہ میں اس کے علاوہ' کسی اور کے احکام و قوانین کی اطاعت کروں۔ (6:56) یہی نہیں کہ اس کے علاوہ کسی اور کی اطاعت نہ کروں۔ بلکہ یہ بھی کہ اس کی اطاعت میں کسی اور کی اطاعت کو شریک نہ کروں۔ (13:36) میری طرف جو وحی آتی ہے

اس کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ تمہارا الہ صرف ایک خدا ہے۔ (21:108)

(8) میری دعوت تو یہ ہے (72:20) اور تم چاہتے ہو کہ میں خدا کو چھوڑ کر اوروں کی اطاعت اختیار کر لوں؟ (6:165-164) انسان جب کسی کے سامنے جھکتا ہے تو اس لئے کہ اسے اس سے نفع کی امید ہوتی ہے' یا وہ کسی نقصان سے بچنا چاہتا ہے۔ لیکن جب اس کا اختیار کسی اور کو ہے ہی نہیں' تو پھر اس کے سامنے جھکا کیوں جائے۔ (6:71' 39:38) اور پھر وہ خدا مجھ سے کچھ کھانے کو بھی نہیں مانگتا۔ (6:14) لہٰذا سوچو کہ اس قسم کے خدا کو چھوڑ کر' باطل خداؤں کو معبود بنا لیناجہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ (39:64)

(9) بہرحال' میں نے اپنی زندگی اسی مشن کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ میرا مرنا جینا سب اسی کے لئے ہے۔ (6:164-163) اگر تم بھی اسی طرح شرف انسانیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو جس راستے پر میں چل رہا ہوں تم بھی اس پر چلتے جاؤ۔ (3:30) اگر تم نے اس کے بجائے اور راستے اختیار کر لئے تو وہ راستے تمہیں خدا کی طرف نہیں لے جائیں گے۔ (6:154) (ان پر چل کر تم منزل مقصود انسانیت تک نہیں پہنچ سکو گے۔)

(10) (میں نے صحیح بات تم تک پہنچا دی ہے۔ اب یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ تم اسے تسلیم کرو یا اس سے انکار کر دو۔) میں تم پر کوئی داروغہ مقرر نہیں کیا گیا۔ (6:66) میں تم سے جو کچھ کہتا ہوں' دلیل و برہان کی رو سے کہتا ہوں۔ (6:57) اگر تم اس سے اختلاف کرتے ہو تو میرا مطالبہ یہ ہے کہ تم بھی اپنے دعوے کے ثبوت میں' میری طرح دلیل و برہان پیش کرو۔ (2:111' 21:24' 27:64) لیکن یہ بات میں تم سے ابھی کہے دیتا ہوں کہ تم دلائل خداوندی کے خلاف کوئی معقول دلیل پیش نہیں کر سکو گے۔ اس لئے کہ فیصلہ کن حقیقت تک پہنچانے والی دلیل صرف خدا کی طرف سے مل سکتی ہے۔ (6:150-149) اسی کو حقیقی علم کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ علم رکھنے والا اور بے علم کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ (39:9) جس طرح اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے۔ (6:50) نہ ہی تاریکی اور روشنی ایک جیسی ہو سکتی ہے۔ (13:16)

(11) لیکن اگر تم اس طرح دلیل و برہان کی رو سے بات نہیں کرنا چاہتے تو دوسرا طریق یہ ہے کہ تم اپنے پروگرام پر عمل کرتے رہو۔ مجھے میرے پروگرام پر عمل کرنے دو۔ اور اتنا انتظار کرو کہ ان پروگراموں کا نتیجہ سامنے آ جائے۔ یہ نتیجہ خود بتا دے گا کہ کس کا دعوے سچا ہے اور کس کا جھوٹا۔ کس کی راہ کامیابیوں کی طرف لے جاتی ہے اور کس کی تباہیوں کی طرف۔ (11:122-121'

39:39، 6:136) تم بھی انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کروں گا۔ (10:20، 20:135، 6:159، 52:31) اعمال کے نتائج ایسی کسوٹی ہے جس میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ (10:41)

(12) لیکن اگر تم نہ وہ کرنا چاہتے ہو نہ یہ' اور صرف دھاندلی سے اپنی بات منوانا چاہتے ہو اور نشہ قوت میں بدمست ہو کر میری دعوت کو کچل دینے کا ارادہ رکھتے ہو' تو تم یہ بھی کر دیکھو۔ میں تمہاری دھمکیوں سے ڈر کر حق بات کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ تم خود بھی آ جاؤ اور اپنے ساتھ اپنے حمائتیوں کو بھی بلا لو' اور جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر دیکھو۔ (7:195) پھر دیکھو کہ تمہارے معبودان باطل تمہاری کچھ بھی مدد کرتے ہیں؟ (17:56، 34:22) تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق ہو گا۔ (34:26) اور وہ قانون یہ ہے کہ جب حق سامنے آ جائے تو باطل کبھی مقابل میں ٹھہر نہیں سکتا۔ (17:81) میرے لئے اسی کی نگرانی کافی ہے۔ (6:19، 13:43، 17:96، 29:52)

(13) اور آخر میں' میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں - صرف ایک بات۔ اور وہ یہ کہ تم خدا کے لئے ایک ایک' دو دو کر کے کھڑے ہو جاؤ - اور پھر سوچو ! جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر غور و فکر کرو۔ (34:46) (اگر تم نے سوچنا شروع کر دیا تو تم پر کامیابی کی راہیں کشادہ ہونے کا امکان ہو جائے گا)۔

آنے والا انقلاب

(1) میں جو تم سے اس حتم و یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ حق غالب آئے گا اور تم بری طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے تو یہ اس لئے ہے کہ مجھے خدا کے قانون مکافات پر پورا پورا یقین ہے۔ انسانی اعمال کے نتائج سامنے آ کر رہتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا' میں جس انقلاب سے تمہیں متنبہ کرتا ہوں) وہ آ کر رہے گا۔ (34:3، 10:50)

(2) تم کہتے ہو کہ اگر اس نے آنا ہے تو وہ فوراً کیوں نہیں آ جاتا۔ یہ اس لئے کہ تم خدا کے اس قانون سے واقف نہیں کہ عمل اور اس کے نتیجہ میں ایک وقفہ ہوتا ہے جس کے گذرنے کے بعد ہی نتائج محسوس شکل میں سامنے آتے ہیں۔ (19:75) جب یہ مہلت کا وقفہ ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس انجام کے سامنے آنے میں ایک ثانیہ کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ (10:50-49، 34:30-29) چونکہ مجھے خود علم نہیں کہ وہ مہلت کا عرصہ کس قدر طویل ہے اس لئے میں نہیں

کہہ سکتا کہ وہ ساعت کب آئے گی- اس کا علم خدا ہی کو ہے- (7:187) ہو سکتا ہے کہ وہ قریب ہی ہو- (17:51، 21:109، 27:72-71، 33:63، 67:26-25، 72:25) اگر اس ساعت کا لانا میرے اختیار میں ہوتا تو معاملہ کبھی کا طے ہو چکا ہوتا- (6:58) لیکن مجھے حیرت ہے کہ تم اس کے لئے اس قدر جلدی کیوں مچاتے ہو- اس کا آنا تمہارے لئے تباہی کا موجب ہو گا- (32:29-28) وہ تو ایک عظیم حادثہ ہے- (38:67) اس مہلت کے عرصہ میں تم سامان زیست سے مستفید ہو سکتے ہو- لیکن تمہارا انجام جہنم کی تباہی ہو گا- (14:30، 39:8)

(2) پھر ارشاد ہوا کہ تم میرے مشن کی مخالفت کے لئے مختلف تدبیریں کرتے ہو- تم ایسا کرتے رہو- لیکن یاد رکھو کہ میرے خدا کی تدبیر (کہیں محکم) اور اس کی رفتار بڑی تیز ہوتی ہے-(10:21)

(4) اس کے ساتھ ہی میں تم سے یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ نہ تم سے پوچھا جائے گا کہ ہم کیا کرتے تھے- نہ ہم سے یہ سوال ہو گا کہ تم کیا کرتے تھے- ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے- اسی کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا- (34:25، 10:41) لہٰذا بفرض محال اگر (جیسا کہ تم چاہتے ہو) خدا مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک بھی کر دے- یا ہمیں اپنی رحمت سے نوازے- تو اس سے تمہارے مآل و انجام پر کبھی فرق نہیں پڑ سکتا- تم اس تباہی سے بچ نہیں سکتے جو تمہاری غلط روش کے نتیجہ میں تمہارے اوپر مسلط ہونے والی ہے- (67:28) تم خواہ مخواہ جھگڑے نکالتے ہو- یہاں سب فیصلے اعمال کے مطابق ہوتے ہیں- (22:68)

(5) تم کہتے ہو کہ میں اپنی طرف سے باتیں وضع کر کے انہیں خدا کی طرف منسوب کر دیتا ہوں- اس سلسلہ میں تم خدا کے اٹل قانون کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ افترا کرنے والوں کو کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی- لہٰذا میرے پروگرام کا انجام خود بتا دے گا کہ میں افترا کرتا تھا یا سچ کہتا تھا-(11:35، 10:69-68)

(6) پھر اسے بھی اچھی طرح سن رکھو کہ خدا تو یہی چاہتا ہے کہ لوگوں کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے- لیکن جب لوگ جرائم پر اتر آئیں تو وہ ان کے تباہ کن نتائج سے کس طرح بچ سکتے ہیں-(6:148)

مخالفین عرب (کفار و مشرکین) سے خطاب

نبی اکرمؐ نے اپنی دعوت کا آغاز مکہ سے کیا اور یہ آواز یہاں سے نکل کر اس کے ارد گرد پھیلی- اس لئے اس کی سب سے پہلے مخالفت بھی یہیں سے شروع ہوئی- مکہ اور اس کے گرد و نواح میں جو لوگ بستے تھے وہ کسی سابقہ نبی کی دعوت کے پیرو ہونے کے مدعی نہیں تھے- وہ سرے سے نبوت کے تصور ہی سے

انکار کرتے تھے اور متعدد دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرتے تھے۔ اس اعتبار سے انہیں کفار اور مشرکین کی اصطلاحات سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ ان سے آپ نے فرمایا۔

(1) اے لوگو ! اچھی طرح سمجھ لو کہ میری دعوت کیا ہے؟ میں خدا کی طرف سے نازل کردہ کتاب پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس کتاب میں مجھے حکم یہ دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔ اس لئے کہ خدا، کسی ایک گروہ کا خدا نہیں۔ وہ تمہارا بھی نشوونما دینے والا ہے اور میرا بھی۔ میرا تم سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں۔ یہاں سب فیصلے خدا کے قانون مکافات کی رو سے ہوتے ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آ جائے گا۔ جو کچھ میں کرتا ہوں اس کا انجام میرے سامنے آ جائے گا۔ (42:15) اس کے ساتھ ہی اسے بھی سن رکھو میں تمہارے ساتھ کسی مفاہمت کے لئے تیار نہیں۔ جن ہستیوں کی تم نے عبودیت اختیار کر رکھی ہے میں انہیں معبود تسلیم کرنے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ اور تمہاری روش یہ بتا رہی ہے کہ جس خدا کی محکومیت میں نے اختیار کی ہے، اس کی محکومیت اختیار کرنے پر تم آمادہ نہیں۔ اب تمہاری روش کے نتائج تمہارے سامنے آ جائیں گے میری روش کے میرے سامنے۔ (109:6-1)

(2) تم سمجھتے ہو کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے، اس لئے جائز و ناجائز، ہر طریق سے دنیاوی مفاد حاصل کر لو۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ اس سے تم کس قدر خود اپنا نقصان کرتے ہو۔ تمہیں اپنے اعمال بڑے سہانے نظر آتے ہیں حالانکہ نتائج کے اعتبار سے وہ بڑے خطرناک ہیں۔(18:105-103)

(3) تم کہتے ہو کہ جس راستے پر تم چل رہے ہو وہی صحیح راستہ ہے۔ لیکن صحیح اور غلط کسی کا ذاتی خیال تو کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اس کے لئے خدا کی طرف سے آئی ہوئی کسوٹی ہی، صحیح معیار ہو سکتی ہے۔ اس پر پرکھ کر دیکھو کہ کھوٹا کیا ہے اور کھرا کیا۔ (28:85)

(4) تم کہتے ہو کہ میں اگر اپنے دعوے میں سچا ہوں تو کوئی معجزہ دکھاؤں۔ (6:110، 29:50) لیکن مشکل یہ ہے کہ تمہاری آنکھوں میں نور بصیرت نہیں رہی۔ ورنہ صاحب بصیرت کے لئے تو کائنات میں قدم قدم پر معجزات بکھرے پڑے ہیں۔(10:101) دیکھنے والوں کے لئے وہ معجزات کم نہیں۔(6:37)

(5) اگر تمہیں ان بکھری ہوئی آیات خداوندی میں صداقت کی شہادت نظر نہیں آتی، تو تم ادھر ادھر چلو پھرو اور اقوام سابقہ کی اجڑی ہوئی بستیوں پر نگہ بصیرت ڈال کر دیکھو کہ جن لوگوں نے حق کی مخالفت کی تھی ان کا انجام کیا ہوا تھا۔ (6:11، 27:69، 29:20، 30:42) لیکن اگر اس قسم کے واضح دلائل اور بین شہادات کے بعد بھی تم قوانین خداوندی کی مخالفت سے باز نہیں آؤ گے تو

اس کا نتیجہ بہت جلد تمہارے سامنے آ جائے گا۔ (3:11) یعنی جو کچھ اقوام سابقہ کے ساتھ ہوا تھا وہی کچھ تمہارے ساتھ ہو گا۔ (8:38) غلط روش کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ ہو نہیں سکتا۔ (45:14) خدا کا قانون مکافات کسی کی رو رعایت نہیں کیا کرتا۔ (25:77)

(6) تم میری مخالفت یوں کرتے ہو جیسے میں نے دنیا میں پہلی بار دعویٰ نبوت کیا ہے۔ یاد رکھو ! میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی مختلف اقوام کی طرف رسول آتے رہے ہیں۔ میں بھی (انہی کی طرح) تم تک خدا کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔ اور خود بھی اسی وحی کا اتباع کرتا ہوں۔ خدا کی وحی کی مخالفت کا نتیجہ جس طرح پہلی قوم کے سامنے آیا تھا' اسی طرح تمہارے سامنے آ جائے گا۔ (46:9)

(7) پھر فرمایا۔ تم جو میری مخالفت میں یوں دن رات لگے رہتے ہو' تو ذرا سوچو کہ تم اگر مجھے تکلیف پہنچانے میں کامیاب بھی ہو جاؤ' تو بھی وہ تکلیف اس تباہی کے مقابلے میں کچھ نہیں ہو گی جو تمہارے اعمال کے بدلے میں تمہیں پہنچے گی۔ (22:72) ذرا غور کر کے بتاؤ کہ تمہارے لئے اس قسم کی تباہی اچھی ہے یا اس جنت کی زندگی جس کی طرف میں دعوت دیتا ہوں۔ (25:15)

(8) پھر تم اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جس صحیح راستے کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اس میں میرا کوئی فائدہ نہیں۔ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ لہٰذا تمہارا جی چاہے تو اسے اختیار کر لو۔ جی چاہے اس سے انکار کر دو۔ (اس سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا)۔ (17:107)

(9) آخر میں آپؐ نے ان سے کہا کہ میں نے تم سے جو کچھ کہنا تھا' کہہ چکا۔ اب تم میں سے جس کا جی چاہے صحیح راستہ اختیار کر لے۔ جس کا جی چاہے اس سے انکار کر دے۔ (18:29) میرا تم پر سلام ہو۔ تم عنقریب دیکھ لو گے کہ میں کیا کہتا تھا۔ (43:89)

اہل کتاب سے خطاب

اس کے بعد آپؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک نئے گروہ کی مخالفت سے سابقہ پڑا۔ اور یہ گروہ تھا اہل کتاب کا جن میں یہودی اس مخالفت میں پیش پیش تھے۔ وہ کھل کر سامنے کم آتے تھے۔ خفیہ سازشیں زیادہ کرتے تھے اور اس کی پشت پر ان کے مذہبی پیشوا۔ علماء و مشائخ ۔ تھے۔ چونکہ اسلامی نظام میں ان کے اقتدار کی مسندیں باقی نہیں رہتی تھیں' اس لئے وہ اس کے خلاف ہر ممکن حربہ استعمال کرتے تھے۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ ہماری طرف خدا کے رسول آتے رہے اور ہمارے پاس خدا

کی طرف سے نازل کردہ کتابیں بھی ہیں- اس کے بعد ہمیں ایک نئی رسالت پر ایمان لانے کی ضرورت کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپؐ نے ان کے باطل عقائد کو ایک ایک کر کے گنایا اور کہا کہ تم بتاؤ کہ خدا کی طرف سے نازل شدہ تعلیم اس قسم کی ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا-

(1) اے یہودیو ! تم کہتے ہو کہ تمہیں چند دنوں سے زیادہ جہنم کا عذاب نہیں ہو گا- میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم نے اس کی بابت خدا سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تمہارا یہ دعوے درست ہو سکتا ہے کیوں کہ خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں جایا کرتا- (لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمہیں خدا نے اس قسم کا کوئی وعدہ نہیں دیا- اس لئے) تم خدا کے متعلق ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں- (2:80)

(2) پھر فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ جنت تمہارے لئے مخصوص ہے- اگر ایسا ہی ہے تو تم مرنے کی تمنا کیوں نہیں کرتے (تاکہ تم جلدی سے جنت میں پہنچ جاؤ)- (2:94، 64:6)

(3) اے یہود اور نصاریٰ ! تمہارا دعویٰ ہے کہ تم خدا کی چہیتی اولاد ہو- اگر یہ صحیح ہے تو تم بتاؤ کہ تمہارے جرائم کے بدلے میں تم پر خدا کا عذاب کیوں آتا رہا- (کوئی اپنی چہیتی اولاد کو بھی مبتلائے عذاب کیا کرتا ہے؟) (5:18)

(4) پھر ارشاد ہوا- اے یہودیو ! تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اپنے انبیاء کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو' اس لئے تمہیں قرآن پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں- (میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ) اگر تم واقعی اپنے انبیاء پر ایمان رکھتے تھے تو تم ان کے درپئے آزار کیوں ہوتے تھے اور انہیں قتل کیوں کر دیا کرتے تھے؟ (91؛ 3:182)

(5) اور اے عیسائیو ! تم نے (جناب) مسیحؑ کو خدا بنا رکھا ہے- مجھے بتاؤ کہ اگر خدا' (حضرت) مسیحؑ اور ان کی والدہ' بلکہ جو کوئی بھی زمین پر ہے ان سب کو ہلاک کر دینا چاہتا تو اسے کون روک سکتا تھا؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جملہ کائنات میں اقتدار و اختیار اسی کو حاصل ہے ! (5:17)

(6) پھر ان سے کہا- تم کہتے ہو کہ نجات اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو یہودی یا نصرانی ہو- (یہ تمہاری اپنی گروہ بندیوں کے تعصب کا نتیجہ ہے)- خدا کی طرف سے عطا شدہ صحیح دین' مسلک ابراہیمؑ کا تھا جس میں شرک کا شائبہ تک نہ تھا- اسے اچھی طرح سن رکھو کہ ہمارا مسلک کیا ہے؟ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور ان کتب سابقہ پر بھی جو آل ابراہیمؑ پر نازل ہوئی تھیں - یعنی اسماعیلؑ - اسحٰقؑ - یعقوبؑ اور ان کے افراد خاندان پر- نیز جو

موسیٰؑ - عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء کو ملی تھیں- ہم ان میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کرتے- اس طرح ہم خدا کے سچے دین کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں- (2:136-135) سو تم بھی اسی طرح مسلک ابراہیمیؑ کی پیروی کرو- (3:94)

(7) (اے بنی اسرائیل (کے مذہبی پیشواؤ !) تم حلال اور حرام کی لمبی چوڑی فہرستیں پیش کر کے کہتے ہو کہ یہ خدائی احکام ہیں) تم اپنے دعوے کی تائید میں تورات پیش کرو اور دکھاؤ کہ اس میں یہ کچھ کہاں لکھا ہے- یاد رکھو ! یہ سب خدا پر افترا ہے اور ظالمین کا شیوہ- (3:93-92) تمہاری حالت یہ ہے کہ نہ تم خود ہی خدا کی راہ پر چلنا چاہتے ہو نہ اور لوگوں کو اس راہ پر چلنے دینا چاہتے ہو- یاد رکھو ! جو کچھ تم کرتے ہو' خدا اس سے بے خبر نہیں- (3:98-97)

(8) تم کہتے ہو کہ کسی انسان کی طرف خدا کی وحی کس طرح آ سکتی ہے؟ تم یہ بتاؤ کہ جو کتاب (حضرت) موسیٰؑ نے پیش کی تھی وہ کس کی طرف سے نازل ہوئی تھی؟ اسے خدا ہی نے نازل کیا تھا اور ایک انسان ہی کی طرف نازل کیا تھا- (پھر اس کتاب کے خلاف یہ اعتراض کیا معنی رکھتا ہے کہ یہ ایک انسان کی طرف کیوں نازل ہوئی ہے- (6:92)

(9) میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے جو ہماری مخالفت پر کمر باندھ رکھی ہے تو ہمارے کس جرم کی بنا پر؟ اس جرم کی بنا پر کہ ہم خدا پر ایمان کیوں لاتے ہیں- ہم اس کی وحی کو تسلیم کیوں کرتے ہیں' درانحالیکہ تم میں سے اکثر اس صحیح راستے کو چھوڑ کر غلط راہیں اختیار کر چکے ہیں- یاد رکھو ! اس کا نتیجہ بڑی سخت تباہی ہو گا- (5:60-59)

(10) تم اپنے دین میں غلو کرتے ہو- (5:77) اگر تم اس غلو کو چھوڑ کر اعتدال پر آ جاؤ تو تم دیکھو گے کہ تم میں اور ہم میں کس قدر مشترک اقدار ہیں- ایک خدا کی عبودیت اور اس میں کسی اور کو شریک نہ کرنا- (3:63) اب بتاؤ کہ تم اس روش کو اختیار کرنا چاہتے ہو یا نہیں- اگر ایسا چاہتے ہو تو آؤ ہمارے ساتھ مل کر راہ راست پر چلو- اگر نہیں چاہتے تو اس کا خمیازہ تم خود بھگتو گے- میں نے تم تک خدا کی بات پہنچا دی- (3:19) اگر تم اس پر بھی نہیں مانتے تو پھر تمہاری اور ہماری راہیں جدا جدا ہو گئیں- (3:60)

بدوی قبائل سے خطاب

مدینہ کے گرد نواح میں بہت سے بدوی قبائل بھی بستے تھے- جب مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہونے

لگیں تو وہ قبائل بھی اسلامی سوسائٹی میں شامل ہونے لگ گئے۔ وہ اسلام کو اچھی طرح سمجھے نہیں تھے۔ اس کی شان و شوکت دیکھ کر ساتھ شامل ہو رہے تھے۔ ان سے ارشاد ہوا کہ

(1) تم ابھی یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ تم یہی کہو کہ ہم نے اسلامی حکومت کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ (ایمان تو دل و دماغ کے کامل اطمینان کے بعد صداقت کو قبول کرنے کا نام ہے اور تمہاری یہ حالت ہے کہ) ابھی ایمان تمہارے دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا۔ ہاں تم' قوانین خداوندی کی اطاعت کرتے رہو تو رفتہ رفتہ تمہارے دل کی حالت بدل جائے گی۔ اس وقت یہ کہنا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ (49:17-14)

منافقین سے خطاب

یہ بدوی قبائل ایمان کے کچے تو تھے لیکن بالعموم نیت کے برے نہیں تھے۔ لیکن ایک اور گروہ تھا جو مسلمانوں میں انتشار اور تخریب پیدا کرنے کے لئے' اسلام کا نقاب اوڑھ کر' اس جماعت میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ منافقین کا گروہ تھا اور سب سے زیادہ نقصان رساں۔ منافق کے متعلق مشکل یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص کسی کے دل میں گھس کر دیکھ نہیں سکتا کہ اس کی نیت اور ارادہ کیا ہے۔ انسان کو دوسروں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے اسی طرح حضورؐ بھی ان پر اعتماد کر لیتے تھے۔ لیکن جب حالات ان کی نقاب کشائی کرتے تو آپ انہیں سخت زجرو توبیخ کرتے۔ ان سے کہا جاتا کہ

(1) تمہاری منافقت کا یہ عالم ہے کہ تم بظاہر جماعت مومنین کے ساتھ ہو اور تمہارے دلوں کی یہ حالت کہ اگر اس جماعت کو کامیابی نصیب ہوتی ہے تو تم جل بھن جاتے ہو۔ اور اگر اس پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو اس سے تمہیں بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ یاد رکھو ! ہماری جماعت کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کئے چلی جائے گی اور تم اپنے حسد اور غصہ کی آگ میں جل کر راکھ ہو جاؤ گے۔ (3:118)

(2) تم قسمیں کھا کھا کر کہتے ہو کہ تم دل سے ہمارے ساتھ ہو۔ قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ احکام کی اطاعت خود بتا دے گی کہ تم ہمارے ساتھ ہو یا نہیں۔ (دعویٰ ایمان کی صداقت کی شہادت انسان کا عمل ہوتا ہے۔ نہ کہ قسمیں)۔ (24:53)

(3) بات یہ ہے کہ تمہاری نگاہ صرف دنیاوی مفاد پر رہتی ہے۔ زندگی کے بلند مقاصد پر نہیں رہتی۔ حالانکہ ان بلند مقاصد کے مقابلہ میں دنیاوی مفاد کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ (4:77)

خود اپنی جماعت سے خطاب

لیکن حضورؐ کے حقیقی مخاطب تو خود جماعت مومنین کے افراد تھے جن کی تعلیم و تربیت آپ کے فرائض رسالت میں سرفہرست آتی تھی۔ آپ انہیں تاکید فرماتے کہ

(1) تم پر جو فرائض خدا نے عائد کئے ہیں ان کی ادائیگی کرو۔ تم دیکھو گے کہ اس سے تمہاری زندگی کس قدر حسین ہو جاتی ہے۔ (39:10)

(2) میں جس راستے پر چل رہا ہوں تم بھی میرے پیچھے پیچھے اسی راستے پر چلتے رہو۔ (3:30-31) خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ اس کا نتیجہ دنیا میں حکومت و اقتدار اور آخرت میں سرفرازی و سربلندی کی زندگی ہو گا۔ (24:55-54)

(3) لیکن اطاعت کوئی وقتی فریضہ نہیں۔ مسلمان کی ساری زندگی حق کی خاطر جدوجہد اور سعی و عمل کی زندگی ہے۔ اس لئے یاد رکھو ! اگر تمہارے نزدیک دنیا کی کوئی شے بھی جہاد سے زیادہ عزیز ہو گئی تو تم مومن نہ رہے۔ پھر جو حشر دوسری قوموں کا ہوا ہے وہی تمہارا ہو گا۔ (9:24)

(4) لیکن اگر کبھی بھول چوک سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس سے افسردہ خاطر نہ ہو جایا کرو۔ اس کی اصلاح کی فکر کرو۔ اس سے اس نقصان کی بھی تلافی ہو جائے گی جو اس لغزش سے واقع ہو گیا تھا اور سامان رحمت بھی عطا ہو گا۔ (6:54)

(5) (یاد رکھو ! میں رہبانیت کی تعلیم دینے کے لئے نہیں آیا جو دنیا کی زیب و زینت کی چیزوں کو تم پر حرام قرار دے دوں)۔ دنیاوی زنیت و متاع' انسان کے لئے وجہ کشش ہیں اور ان میں کوئی برائی نہیں۔ اسی میں اتنی احتیاط ضروری ہے کہ جب ان میں اور خدا کے عائد کردہ کسی فریضہ میں ٹکراؤ ہو تو اس وقت ترجیح فریضہ خداوندی کو دینی چاہئے کہ ان فرائض کو متاع دنیا کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ (3:14-13)

(6) یاد رکھو ! خبیث و طیب کبھی برابر نہیں ہو سکتے خواہ خبیث کی کثرت انسان کو کتنا ہی فریب کیوں نہ دے۔ لہٰذا' تم ہمیشہ طیب کی راہ اختیار کرو۔ یہی عقل و دانش کا تقاضا ہے۔ (5:100)

حرام و حلال کے متعلق

دین میں حلال و حرام کی تمیز کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کسی شے کو حرام قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی آزادی پر ابدی طور پر ایک پابندی عائد کر دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے کسی بہت بڑی

ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں' اس مجموعہ میں' بڑے واضح ارشادات ہمارے سامنے آتے ہیں۔

(1) خدا نے رزق حلال پیدا کیا تھا لیکن لوگوں نے اپنی توہم پرستیوں سے' اس میں سے خواہ مخواہ بہت سی چیزوں کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا۔ (6:144)

(2) اے وہ لوگو! جو خدا کے عطا کردہ رزق کو حرام قرار دیتے ہو' میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس بارے میں تمہارے پاس خدا کی طرف سے نازل کردہ کوئی سند ہے؟ (10:59) میں اس باب میں خدا کی شہادت چاہتا ہوں۔ (6:151)

(3) یاد رکھو! خدا نے تم پر تمام طیب چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔ (5:4) اور جنہیں اس نے حرام ٹھہرایا ہے ان کی وضاحت اپنی کتاب میں کر دی ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ مردار۔ بہتا ہوا لہو۔ لحم خنزیر۔ اور ہر وہ شے جسے خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ ان کے علاوہ اور کوئی شے نہیں جسے خدا نے حرام قرار دیا ہو۔ (6:146) میں تو اس کی کتاب میں' ان کے علاوہ کسی اور چیز کو حرام نہیں پاتا۔ نہ ہی خدا کے سوا کسی اور کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی شے کو حرام قرار دیدے۔ حتیٰ کہ خود مجھے بھی اس کا حق حاصل نہیں۔ (66:1)

(4) (یہ لوگ جو بیٹھے یونہی حرام و حلال کی فہرستیں مرتب کرنے لگ جاتے ہیں' میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ) وہ کون ہے جو ان چیزوں کو جنہیں خدا نے انسانوں کے لئے وجہ زینت اور خوشگوار بنایا ہے' حرام قرار دیدے؟ (7:32)

معاشرتی زندگی سے متعلق احکام

حرام و حلال کے علاوہ' زندگی کے عام معاشرتی معاملات کے متعلق بھی احکام دیئے گئے۔ مثلاً فرمایا۔

(1) خدا نے واجب قرار دیا ہے کہ تم شرک نہ کرو۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے مار نہ ڈالو۔ نہ ہی انہیں صحیح تعلیم و تربیت سے محروم رکھو۔ بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلے بندوں ہو یا چھپ کر۔ کسی جان کو ناحق تلف نہ کرو۔ یتیموں کا مال ناحق مت کھاؤ۔ اپنے وزن اور پیمانے درست رکھو۔ ہمیشہ عدل و انصاف کی بات کرو خواہ اس کی زد تمہارے اپنوں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ جو عہد تم اپنے خدا سے کرو اسے ضرور پورا کرو۔ (6:153-152' 7:33)

(2) پھر فرمایا- ہمیشہ اچھی بات کرو- یاد رکھو شیطان تم میں باہمی نزاع اور فساد پیدا کرنا چاہتا ہے- وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے- اس کے حربوں سے بچو- (17:53)

(3) خمر اور میسرہ بڑی نقصان رساں چیزیں ہیں- ان سے مجتنب رہو- (2:219)

(4) یتیموں کی اصلاح کرو- یہ نہایت ضروری ہے- (2:220)

(5) ہمیشہ عدل کرو- اور قوانین خداوندی کی اطاعت خلوص دل سے کرو-(7:219)

(6) اپنی نگاہوں کو کبھی بیباک نہ ہونے دو- بری نظر سے کسی کی طرف نہ دیکھو- نہ مرد عورتوں کی طرف اس طرح دیکھیں' نہ عورتیں مردوں کی طرف-(24:31-30)

(7) جو کچھ تمہاری ضروریات سے زائد ہے' وہ سب دوسروں کی ضروریات کے لئے کھلا رکھو-(2:219)

(8) جب تمہیں اپنے طور پر دوسروں کی مدد کرنے کی ضرورت ہو' تو اس کی ابتدا اپنے قریب ترین حلقہ سے کرو- مثلا اپنے والدین اور دیگر اقربین کو دیکھو- پھر معاشرہ کے یتیموں اور مسکینوں کا جائزہ لو- اور مسافروں تک کی بھی خبر گیری کرو- (2:215)

(9) چاند (سورج) دونوں کی گنتی شمار کے لئے ہیں- اس سلسلہ میں کوئی توہم پرستانہ رسم اختیار نہ کرو- (2:189)

(10) (عام معاشرہ سے آگے بڑھ کر' حضورؐ نے خود اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ میرے گھر میں اسی قسم کی سادہ زندگی بسر کرنی ہو گی جیسی زندگی میں خود بسر کرتا ہوں)- اگر تم اس پر رضا مند نہیں اور دنیاوی ساز و سامان اور زیب و زینت کی زندگی چاہتی ہو تو میں تمہیں نہایت حسن کارانہ انداز سے رخصت کر دینے کے لئے تیار ہوں- اور اگر تم بطیّب خاطر اس نہج کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہو تو اس کا اجر بہت بڑا ہو گا- (تم دوسروں کے لئے نمونہ بنو گی)- (33:29-28)

تمام نوع انسان سے خطاب

حضورؐ کی رسالت کسی خاص قوم یا ملک کے لئے نہیں تھی- تمام نوع انسان کے لئے تھی- اس لئے آپؐ نے عالمگیر انسانیت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا-

(1) اے نوع انسان ! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں- (7:158)

(2) پھر فرمایا- تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف حق آ گیا ہے- جو کوئی اس کی راہ نمائی قبول کرے گا اس کا فائدہ اسی کو ہو گا- جو غلط راستے پر چلے گا' اس کا نقصان بھی اسی کو ہو گا-

میں تم پر داروغہ نہیں مقرر کیا گیا جو تمہیں زبردستی صحیح راستے پر چلاؤں۔(10:108) میں تو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تمہاری غلط روش کا نتیجہ کیا ہو گا۔ (22:49)

(3) لیکن اگر تم یہ سمجھو کہ میں (خدا کی عبودیت چھوڑ کر) ان ہستیوں کی محکومیت اختیار کر لوں گا جنہیں تم نے اپنا الہ بنا رکھا ہے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ (10:104)

حضورؐ کی دعائیں

اس مجموعہ میں حضورؐ کی کچھ دعائیں بھی مذکور ہیں۔ مثلاً یہ کہ

(1) اے میرے نشوونما دینے والے ! میرے علم میں اضافہ کئے جا۔ (20:114)

(2) تو ہر تباہی سے میری حفاظت فرما۔ مجھے اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھ کہ اس قسم کا سایہ عاطفت اور کہیں سے میسر نہیں آ سکتا۔ (23:118)

(3) اے میرے نشوونما دینے والے ! تو مجھے جہاں داخل کر صدق و صفا سے داخل کر۔ اور جہاں سے نکال صدق و صفا سے نکال۔ (17:80)

کس قدر حسین ہیں یہ دعائیں اور کیسی جنت در آغوش ہیں یہ آرزوئیں !

برادران عزیز ! یہ ہیں اس مجموعہ میں سے چند ایک "اقوال رسولؐ اللہ" جن کے متن کے کسی ایک لفظ میں بھی کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ یہ مجموعہ میرے پاس موجود ہے۔ اور میں آپ کو اس کی زیارت کراؤں گا۔ سو یہ ہے میرے ہاتھ میں وہ مجموعہ۔ اور اس کا نام ہے قرآن مجید۔

لیکن آپ کہیں گے کہ قرآن مجید تو خدا کا کلام ہے۔ اس میں اقوال رسولؐ اللہ کس طرح آ گئے؟ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ قرآن مجید شروع سے اخیر تک، لفظاً" لفظاً" خدا کا کلام ہے اور اس میں حضور نبی اکرمؐ کا اپنا ایک لفظ بھی نہیں اور جو کچھ میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے وہ بھی قرآن کریم ہی کی آیات ہیں (جب یہ چھپ کر آپ کے سامنے آئیں گی تو وہاں آپ کو ان کا حوالہ بھی مل جائے گا)۔ لیکن یہ تمام آیات ایسی ہیں جن سے پہلے خدا نے حضورؐ سے کہا ہے کہ "قل" تو ایسا کہہ۔ اس سے واضح ہے کہ "قل" کے بعد وہ الفاظ ہیں جنہیں رسولؐ اللہ نے دوسروں سے کہا۔ مثلاً جب خدا نے حضورؐ سے کہا کہ **قل انما انا بشر مثلکم** (18:110)۔ تو اس آیت میں **انما انا بشر مثلکم** (میں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں) وہ قرآنی الفاظ ہیں جو حضورؐ نے متکلم کے صیغے کے ساتھ دوسروں سے کہے تھے۔ **لہٰذا** اس اعتبار سے حدیث

نبویؐ کی صحیح تعریف (DEFINITION) یہ ہے کہ قرآن کریم کی وہ آیات جن میں خدا نے رسول اللہ سے کہا کہ تو لوگوں سے ایسا کہہ۔ اور حضورؐ نے ویسا فرما دیا۔ یہی وہ "احادیث" ہیں جو وحی پر مبنی ہیں۔ جبریل امین جن کے راوی، خود حضورؐ جن کے جامع اور خدا جن کا محافظ ہے۔ یہ لفظاً" لفظاً" ہم تک پہنچی ہیں اور کسی مسلمان کو ان کی صحت کے متعلق نہ کسی قسم کا شک و شبہ ہو سکتا نہ اختلاف و افتراق کی گنجائش۔ حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جو ارشادات، قرآن کے اندر نہیں آئے۔ ظاہر ہے کہ وہ وحی کا حصہ نہیں تھے۔ اسی لئے نہ حضورؐ نے انہیں مرتب فرما کر امت کو دیا۔ نہ خدا نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ اسی لئے ان میں اس قدر اختلافات ہیں کہ اگر مولانا محمد اسماعیل صاحب کہتے ہیں کہ بخاری اور مسلم کی کسی ایک حدیث کے انکار سے کفر لازم آ جاتا ہے تو دوسری طرف مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری کی ہر حدیث اس قابل نہیں کہ اسے جوں کا توں مان لیا جائے۔ ہم جسے صحیح سمجھیں گے اسے مانیں گے جسے صحیح نہیں سمجھیں گے اسے مسترد کر دیں گے۔ لیکن قرآن کی کسی آیت کے متعلق وہ ایسا نہیں کہہ سکتے۔

یہ تو رہا احادیث کے اس حصے سے متعلق جسے "اقوال رسول اللہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جہاں تک اس حصہ کا تعلق ہے جسے افعال یا اعمال رسول اللہ کہہ کر پکارا جاتا ہے، سو قرآن کریم میں وہ حصہ اس کثرت سے آیا ہے کہ میں نے بڑے سائز کے قریب نو سو صفحات پر پھیلی ہوئی سیرت نبویؐ پر مشتمل کتاب (معراج انسانیت) انہی آیات کی بنیادوں پر مرتب (اور شائع) کی ہے۔ لہٰذا، اقوال و اعمال رسول اللہ دونوں قرآن کریم کے اندر ہیں اور یہی امت کے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔ باقی رہے حضورؐ کی سیرت سے متعلق تاریخی واقعات۔ سو ان میں سے جو قرآن کریم کے مطابق ہیں انہیں صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے جو اس کے خلاف ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

مصطلحہ حدیث کے تیسرے حصہ کو "تقریر" کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسے امور جو حضورؐ کے سامنے آئے لیکن آپ نے ان سے منع نہیں کیا۔ اب ظاہر ہے کہ جن امور سے آپ نے منع نہیں کیا یا سکوت فرمایا، وہ دین کی رو سے ناجائز نہیں تھے۔ اس لئے قرآن کریم میں ان کے ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ قرآن کریم میں صرف ان امور کا ذکر آیا ہے جن کا تعلق دین سے ہے۔ اور یہی وہ قرآن ہے جس کے متعلق وہ قرآنی "حدیث" ہمارے سامنے آتی ہے جس سے ہر مسلمان کا دل لرز جانا چاہئے۔ وہ قرآنی "حدیث" یہ ہے کہ جب یہ امت خدا کے سامنے جائے گی تو

و قال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا ○(25:30)

"حضورؐ فریاد کریں گے کہ اے میرے رب ! یہ ہے میری وہ قوم جس نے اس قرآن کو
چھوڑ دیا تھا۔"

حضورؐ کی اس فریاد میں، قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کے چھوڑ دینے کا ذکر نہیں، کہ قرآن ہی کے ساتھ تمسک سے دین قائم رہتا ہے اور اس کو چھوڑ دینے سے دامن دین ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔

آخر میں، میں اس حقیقت کو پھر دہرا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے قرآن کریم کی جو آیات پیش کی ہیں، وہ حرفاً" حرفاً" خدا کا کلام ہیں۔ رسولؐ اللہ کا اپنا کلام نہیں۔ انہیں احادیث صرف یہ واضح کرنے کے لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے فرمایا کہ تم ایسا کہو۔ اور حضورؐ نے ویسا فرما دیا۔ یہی ہے کلام خداوندی کا وہ حصہ جسے صحیح تریں احادیث کہا جا سکتا ہے۔ اور یوں تو اگر سورۃ فاتحہ کی **الحمد** سے پہلے ایک لفظ قل کو محذوف مان لیا جائے تو سارے کا سارا قرآن اسی ذیل میں آ جاتا ہے۔ یعنی کلام خداوندی جو قلب نبویؐ پر بالفاظ نازل ہوا اور جسے حضورؐ نے لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔

یہ ہے وہ مجموعہ احادیث جسے دینے کے بعد قرآن نے کہا تھا کہ

فبای حدیث بعدہ یومنون

اس کے بعد کونسی حدیث باقی رہ جاتی ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟

والسلام

پرویز

حکومت کے وسائل اجازت نہیں دیتے !

(اصغر علی گھرال)

چھانگا مانگا کے قریب بھوئے آصل کا واقعہ آپ کی نظروں سے گزرا ہو گا۔ ایسے المناک واقعات ہماری روز مرہ زندگی کا "معمول" بن چکے ہیں جن میں بے روز گاری' بیماری' گھریلو الجھنوں اور مالی پریشانیوں سے مایوسی کا شکار ہو کر خود کشی یا اپنے معصوم بچوں کو ذبح کر کے اخبارات کے لئے سرخیاں مہیا کر دی جاتی ہیں۔ اس واردات میں محمد رمضان اپنے دوسرے بھائیوں کی نسبت بہت غریب تھا' مزدوری کرتا تھا' بیماری کے باعث پریشانی بڑھی' اپنڈکس کا آپریشن کروایا' خراب ہو گیا۔ اب اس کے مسلسل علاج اور مرہم پٹی کے لئے لوگوں سے قرض لینا پڑ رہا تھا۔ اس پر بیوی نے حوصلہ دینے کی بجائے مستقبل کی بڑھتی ہوئی تاریکی کی طرف ایسی توجہ دلائی کہ دل کا بوجھ ناقابل برداشت ہو گیا۔ چنانچہ سفاکی سے غریبی کو ختم کرنے کا عجیب طریقہ سوچ لیا۔ ان پیارے بچوں کو جن سے جدائی کا تصور بھی اسے سوہانِ روح تھا۔ ان پھولوں کو اپنے ہاتھوں مسل دیا۔ بیوی کو پھندا دیکر مارا' پھر بڑے بیٹے عمران سے یہی سلوک کیا' دونوں بیٹیاں پڑوسن کے ہاں قرآن پاک کا سبق پڑھنے گئی تھیں' ان کو بلا کر لایا اور اپنے ہاتھوں سے "ڈولی" چڑھایا۔ ننھا قربان گھر سے باہر کھیتوں میں کھیل رہا تھا۔ اسے پیار سے گھر بلا کر قربان کر دیا۔ اور یوں قصہ کوتاہ شد ....

اس سانحہ کا تجزیہ کرتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ جب اسے ہر طرف سے مایوسیوں کے اندھیرے اپنے گھیرے میں لے رہے تھے' زخم کی مرہم پٹی کے لئے لوگوں سے قرض مانگنا اونٹ کی پیٹھ پر روایتی آخری تنکا ثابت ہوا۔ سوچتا ہوں' کیا پاکستان میں کسی بے روز گار مزدور کے لئے کسی سرکاری شفاخانے میں مرہم پٹی کا مفت انتظام نہیں ہو سکتا؟ پھر یہی سوچ کر خاموش ہو جاتا ہوں کہ حکومت کے وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے !

ایک دوسرے واقعہ میں ایک دوست نے بتایا کہ اگلے دن ان کے گاؤں میں ایک غریب مصلی اور اس کی بیوی اپنے چار سالہ بچے جمیل کو لے کر آئے۔ بچے کا جسم حادثہ میں جل گیا تھا۔ ہوا یوں کہ وہ اکیلا گھر میں کھیل رہا تھا۔ صرف ایک لنگوٹی یا کچھا سا پہن رکھا تھا۔ کھیلتے ہوئے چولہے کے قریب سے ماچس اس کے ہاتھ لگی۔ تیلیاں جلانے لگا۔ ایک چنگاری لنگوٹی پر گری۔ آگ لگ گئی۔ اپنے نازک ہاتھوں سے بجھاتا رہا۔ مگر سارا کپڑا اور جسم کے نازک حصے جل گئے۔ بچے کی حالت خراب تھی۔ اسے لے جا کر سرکاری ہسپتال میں داخل کروا دیا۔ خیال تھا کہ حادثات میں زخمیوں کے لئے ہسپتالوں میں خاصا فنڈ مختص ہوتا ہے۔ مگر اس مہنگے

علاج میں ہسپتال کی طرف سے ایک پائی کی دوائی نہیں ملی۔ دوست نے بتایا کہ پہلی رات کو بچے کا دوبارہ پتا کرنے احتیاطاً" چلا گیا۔ بچے کو تکلیف تھی کہ سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کی ماں نے بتایا کہ ڈاکٹر مزید نسخہ لکھ کر دے گئے ہیں۔ چنانچہ باہر میڈیکل سٹور سے ساڑھے تین سو روپے کی اور دوائیاں لے کر آیا۔ دیکھا تو بچے کی ماں زیادہ پریشان تھی۔ کہنے لگی کہ بچے کو بازو میں گلوکوز لگی ہوئی تھی۔ اس نے تڑپتے ہوئے بازو ہلا دیا ہے۔ نہ صرف گلوکوز اتر گئی ہے بلکہ اس سے بازو کے اندر لگی ہوئی سوئی بھی ٹیڑھی ہو گئی ہے۔ ہسپتال والے کہتے ہیں سوئی نئی منگوا دو۔ تو لگا دیں گے۔ ڈر رہی ہوں کہ سٹور بند ہونے والے ہیں۔ آپ کو دوبارہ تکلیف کرنا ہو گی۔ وارڈ سے میڈیکل سٹور ذرا دور ہے۔ جلدی جلدی گیا۔ واقعی سٹور بند کرنے لگے تھے۔ تاہم مطلوبہ سوئی یا سرنج مل گئی۔ دوست نے کہا۔ حیرت یہ تھی کہ جن ہسپتال سے افسروں' سیاسی لیڈروں اور "نو سنیس" رکھنے والے طبقوں کو مفت دوائیاں ملتی رہتی ہیں۔ وہاں ان غریب لوگوں کے لئے ایک سوئی بھی مفت دستیاب نہیں ! دوست کو سمجھایا کہ حکومت کے وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے کہ محمود و ایاز کے ساتھ ایک جیسا سلوک روا رکھا جا سکے !

پنشنروں کی پنشن میں اضافے کا اصولی فیصلہ ہو چکا ہے۔ کابینہ کے اجلاس میں فیصلہ ہوا۔ اور ٹی وی کی صبح کی خبروں کے بلیٹن میں اس کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ مگر پتہ چلا ہے کہ اس فیصلے پر عمل درآمد کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ ابھی حکومت کے وسائل اس کی اجازت نہیں دے رہے۔ آپ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وسائل کبھی اس کی اجازت دیں گے بھی یا نہیں؟ اور یہ طبقہ انتظار کرتے کرتے ....

حیرت تھی کہ حکومت کے وسائل کدھر جاتے ہیں۔ یہ کسی کام کی اجازت دیتے بھی ہیں یا نہیں؟ اس دوران ایک چھوٹی سی خبر نے سارا مسئلہ حل کر دیا۔ پتہ چلا کہ کچھ مستحق لوگوں کے بیرون ملک علاج معالجہ کے لئے حکومت کے وسائل نے خاصی فراخدلی سے اجازت دے دی ہے۔ گذشتہ دس ماہ میں ان درجن ڈیڑھ درجن لوگوں پر حکومت نے قومی خزانے سے زر مبادلہ کی صورت میں آٹھ کروڑ اور اڑھائی لاکھ سے زائد روپے صرف کئے ہیں۔ ان مستحقین میں صوبائی وزیر' قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان' پارلیمانی سیکرٹری' سینیٹرز اور اونچے بیوروکریٹس شامل ہیں۔ سوائے ایک آدھ استثناء کے یہ سب بڑے بڑے "خاندانی" جاگیردار اور سرمایہ دار لوگ ہیں۔ ان میں ارب پتی بھی ہیں اور کروڑ پتی بھی' جو بڑی آسانی کے ساتھ ملک میں سرگنگا رام اور سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مگر اتفاق سے وہ گھوڑوں اور کتوں کے شوقین ہیں۔ حد یہ کہ جس صاحب کو خود بیمار ہونے کی توفیق نہیں ہوئی اس نے اپنے صاحبزادے یا بیوی کو علاج کے لئے باہر بھجوا دیا ہے۔ اب پتہ چلا کہ حکومت کے وسائل جو عوام یعنی دو نمبر کے شہریوں

"اچھوتوں" اور "شودروں" کے لئے اجازت دینے میں اتنا اجتناب کر رہے تھے صرف درجہ اول کے شہریوں کے لئے وقف ہوتے ہیں !! اونچی ذات کے "مسلمانوں" کے لئے !

سپیکر صوبائی اسمبلی حنیف رامے نے ایک بیان میں کہا ہے کہ پاکستان بنانے میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا کوئی حصہ نہیں ہے ! نہیں ہو گا مگر پاکستان کو "کھانے" میں ....؟

ایک شوہر نے بیوی سے پوچھا- "کہاں گئی تھی؟"

بیوی = "جانا کہاں تھا- ذرا بازار تک گئی تھی- آپ کے لئے رومال لائی ہوں !"

شوہر = (کپڑا دیکھ کر) = مگر یہ میرے لئے رومال لائی ہو !

بیوی = جی ہاں ! کیا ہوا- رومال سے جو کپڑا بچ جائے گا- اس سے اپنے لئے ایک سوٹ بنوا لونگی-

سوچتا ہوں گنتی کے جاگیرداروں' سرمایہ داروں کو "سوٹ" مبارک ہوں- کاش اس کپڑے میں سے کروڑوں عوام کے حصے میں رومال کا ٹوٹا ہی آ جائے- کہ آنسو تو پونچھ سکیں- (محقق)

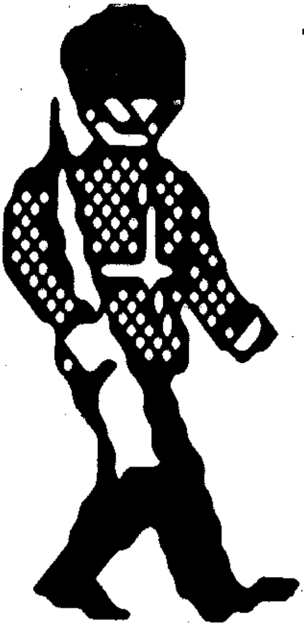

METROPOLIRTAN SECURITY AGENCY

DROFESSIONAL SERVICE

Metropolitan Security Agency provides

PROFESSIONAL SECURITY GUARDS

for protection of Life/Property/Sensitive Premises; Devices Systems against Theft/Pilfrage; undertakes Responsibility

****

CONTACT OFFICE

DEFENCE SOCIETY G-160

EDHI BOOTH; LAHORE

Phone 892822 - 894297

حقائق و عبر

1- دو قومی نظریہ اور قومیت

مکرمی ! پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا لیکن اب تک محکمہ مال اور انتظامیہ کے ریکارڈ میں خاندانی تعارف کو قوم کا درجہ دے کر گوجر' اعوان' مغل' ڈھونڈ' ستی' کٹھوال' گکھڑ وغیرہ کو قوم کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ارباب بست و کشاد سے استدعا ہے کہ اس کو ختم کر کے دو قومی نظریہ کے مطابق قومیت کو دو خانوں مسلم/غیر مسلم تک محدود کر دیا جائے اور پاکستانیوں کی شناخت کو مسلم/غیر مسلم اور پھر شناختی کارڈ کے استعمال سے آئینی صورت دی جائے' خاندانی شناخت کے لئے الگ خاندان کا خانہ ہونا چاہئے۔

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی 15 جنوری 1994ء)

2- ایک مستحسن فیصلہ

صوبائی وزیر قانون چودھری محمد فاروق نے کہا ہے کہ حکومت پنجاب نے تمام سرکاری دستاویزات میں سے قومیت کے لازمی اندراج کا خانہ ختم کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہر سطح پر ہدایات جاری کی جا رہی ہیں۔ برصغیر میں ذات پات کی تقسیم' ہندو معاشرے سے مسلمانوں کو ورثہ میں ملی اور انگریز نے اسے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ اس تقسیم کی بدولت کئی جوہر قابل اپنی صلاحیتوں کی داد نہ پا سکے اور معاشرے کے اندر اونچ نیچ کی ایک غیر صحت مند اور غیر اسلامی تفریق نے اتحاد و یکجہتی اور رواداری کے رشتوں کو بے پناہ نقصان پہنچایا۔ معاشرے میں ایک دوسرے کے خلاف نفرتوں اور کدورتوں کا اضافہ ہوا۔ یہ مسئلہ بہت پہلے ختم کر دینا چاہئے تھا لیکن ہمارے سیاست دانوں کو اقتدار کی چھینا جھپٹی سے ہی فرصت نہ ملی۔ حکومت پنجاب مبارک باد کی مستحق ہے کہ اس نے ایک قطعی غیر اسلامی تصور کو ختم کرنے میں پہل کی ہے۔

(روزنامہ جنگ راولپنڈی 31 اگست 1994ء "اداریہ")

طلوع اسلام

ایک ایسا ملک جو دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا ہو۔ اس میں قومیت کا اندراج ناگزیر ہے۔ مگر اسے مسلم اور غیر مسلم تک محدود رہنا چاہئے۔

مولانا آزاد (مرحوم) کے ارشادات (مسلک قومیت پرستی سے پہلے)

"کفار کے عہد و پیمان کا تمہیں بار ہا تجربہ ہو چکا ہے۔ وہ آبرو باختہ ہیں۔ عزت نفس و شرف کا انہیں لحاظ تک نہیں وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ حلف اٹھاتے ہیں کہ یہ وعدہ استوار ہے اس میں دوام و استمرار ہے۔ یہ عہد محکم ہے۔ یہ قول و قرار قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ زبان سے سب کچھ کہتے ہیں۔ مگر ہاتھ سے کام لینے کے وقت کچھ یاد نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کے مطیع رہنا ذلت کی بات ہے۔ اسلام اپنے فرزندوں کو ان کی اطاعت سے باز رہنے کی ہدایت کر رہا ہے کہ خبردار یہ قسمیں کھانے والے ذلیل النفس ہیں۔ ان کے حلف پر نہ جانا یہ ادھر کی بات ادھر لگاتے ہیں۔ قوم میں تفرقے پیدا کرتے ہیں۔ منع خیر کے لئے نہایت مبالغہ کے ساتھ آمادہ رہتے ہیں۔ حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ تعدی ان کا شیوہ ہے۔ تطاول ان کی عادت ہے......... کفار سے مسلمانوں کو ساز و باز نہ رکھنا چاہئے۔ ان سے بے تعلقی لازم ہے۔ جو ساز و باز رکھتے ہیں جنہیں ان سے بے تعلق رہنے میں اپنے اور قوم کے لئے مشکلات اور مصائب کا اندیشہ ہے۔ وہ غلطی پر ہیں۔ ان کو پشیمان ہونا پڑے گا۔ اسلام کو فتح نصیب ہو گی اور مسلمانوں کی بہبود و بہتری کا قدرت کاملہ کوئی اور انتظام کرے گی۔" (مضامین آزاد حصہ سوم)

طلوع اسلام : خدا معلوم اس کے بعد وہ قرآن کہاں چلا گیا جو ان حضرات کو کفار کے متعلق اس قسم کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اس بصیرت ایقانی کو کن چیزوں کی چمک چکا چوند کر گئی جو ان حقائق کو بے نقاب دیکھا کرتی تھیں۔ اس جرات ایمانی کو کس کی نظر کھا گئی جو سینے کے پورے زور سے کفار سے برات و بیزاری کا اعلان کیا کرتی تھی۔ وہ حرارت قلبی کونسی مصلحت کوشیوں کی برفانی سلوں کے نیچے دب گئی جو کفار کی سازشوں پر یوں مشتعل ہو جایا کرتی تھی۔ اس قدرت کاملہ پر بے پناہ توکل کو کیا ہو گیا جو کبھی یہ تسکین دیا کرتا تھا کہ کفار کی کثرت سے گھبرا کر ان کے ساتھ تعلقات بڑھانے پر آمادہ ہو جاؤ۔ اسلام کی کامیابی کے لئے خدا خود کوئی انتظام کر دے گا۔ اسے قوم کی بدبختی نہ کہئے تو کیا کہئے کہ یہ حضرات جو کبھی اپنے صحیح اسلامی مسلک کی بنا پر قوم کی نگاہوں میں ممتاز و مقدس قرار پا گئے تھے۔ اپنی اس پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر قوم کو اپنے ہاتھوں جہنم میں دھکیلنے پر آمادہ کیوں ہو گئے۔

الم ترالی الذین بدلوا نعمته اللّٰهِ کفرا واحلوا قومهم دارالبوار ○ جهنم يصلو نها و بئس القرار ○(14:28-29)

"کیا تم نے ان لوگوں کی طرف بھی دیکھا جنہوں نے کفران نعمت الٰہی کیا اور یوں اپنی قوم کو جہنم میں دھکیل دیا۔ جس میں وہ داخل ہوں گے اور جو بہت بری جگہ رہنے کی ہے۔"

بچوں کے لئے

پیارے بچو ! السلام علیکم

آپ کی طرف سے ہمیں درجنوں جوابات موصول ہوئے۔ پہلا انعام چشتیاں ضلع بہاولنگر سے رضوہ فاروق اور مرید کے منڈی سے محمد احمد نے حاصل کیا ہے۔ ان کے نام ایک سال کے لئے پرچہ جاری کر دیا گیا ہے۔

صحیح جوابات (1=30, 2=286, 3=4+1, 4=ا, 5=113+1)

مزید سوالات یہ ہیں۔ کوشش کیجئے اس دفعہ انعام آپ ہی کے حصہ میں آئے۔

-1 قرآن مجید میں کتنے غزوات کا ذکر ہے۔
-2 قرآن مجید کی کتنی سورتوں کا نام "غ" سے شروع ہوتا ہے۔
-3 قرآن مجید کی اس سورۃ کا نام لکھیں جس میں سب سے کم الفاظ ہیں۔
-4 قرآن مجید میں دیئے گئے قرآن مجید کے ناموں (اسماء القرآن) کی تعداد بتائیں۔
-5 پرویزؒ صاحب کی کتاب "اسلامی معاشرت" کتنے ابواب پر مشتمل ہے۔

مقابلے میں 15 سال کی عمر تک کے بچے حصہ لے سکتے ہیں۔ 15 تاریخ تک موصول ہونے والے جوابات مقابلہ میں شامل کر لئے جائیں گے۔ جواب نمبر شمار لکھ کر دیئے جا سکتے ہیں۔

میری نیک تمنائیں آپ سب کے ساتھ ہیں۔ محمد لطیف چوہدری

اسے یہاں سے کاٹ کر بذریعہ ڈاک واپس کر دیجئے۔

....

جوابات

1 2 3 4 5 دستخط

نام ________ عمر ______ ایڈریس ________

____

عندلیب گلشن نا آفریدہ

یہ ایک دستور سا ہو گیا ہے کہ کسی کے انتقال پر عام طور پر کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے کہ مدتوں پر نہ ہو سکے گا' کہہ دیا جاتا ہے' اک شمع اور بجھی اور بڑھی تاریکی - مگر جس سانحے کا ذکر مجھے مطلوب ہے اس میں ایسا کہنا ذرا برابر بھی مبالغہ نہیں۔

فکر قرآنی ایک درخشاں روشنی جو بہن ثریا عندلیب کے قالب کی صورت ہمارے درس قرآنی اور دوسری محافل میں رونق افروز تھیں واقعی اپنے جانے سے ماحول کو تاریک اور دلوں کو افسردہ کر گئیں - انہیں اللہ نے بے انداز خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

قرآنی فکر شروع ہی سے ان کا اوڑھنا بچھونا بن چکی تھی' ایک پڑھے لکھے روشن خیال خاندان کی روشن خیال بیٹی (ان کے والد خلیفہ شجاع الدین لاہور کی ایک جانی پہچانی شخصیت تھے) ایک روشن خیال میاں کی بیگم (ان کے میاں علامہ مشرقی کے بھتیجے تھے) نے اپنے بچوں کو ایک مثالی ماحول میں پالا پوسا۔

ان کے گھر میں بیٹی کو بھی وہی اہمیت اور وہی آزادی حاصل رہی جو بیٹوں کو تھی اور اس ماحول کا اثر تھا کہ چھوٹی عمر میں باپ سے محروم ہونے کے باوجود اولاد کی مضمر صلاحیتیں خوب بار آور ہوئیں۔

یہ کمال ان کا تھا کہ اولاد کو ان کے اپنے اپنے میدان میں آگے بڑھنے کا موقعہ دینے کے لئے انہیں دیگر گھریلو ذمہ داریوں سے آزاد رکھا اور سارا بوجھ اپنے اوپر لے لیا۔ گھر کا سارا کام خود نمٹاتیں (بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر) اور فارغ وقت میں پڑھنے لکھنے کا مشغلہ بھی جاری رکھا - اور یہ پڑھنا لکھنا ان کا ایسا شوق تھا جو وہ آخر تک نبھاتی رہیں۔

بیماری کے آخری دنوں میں بھی ریڈیو کی آئندہ تقریر کا خیال ان کے ذہن سے نکل کر لبوں تک آ گیا - کہنے لگیں میں نے اگلی تقریر کی آوٹ لائن تیار کرلی ہے' بس ذرا صحت نے اجازت دی تو -

ریڈیو سے ربع صدی سے زیادہ عرصے تعلق رہا' جو تقریر بھی کی اس میں قرآنی نقطہ نظر پیش کیا اور دھڑلے سے پیش کیا۔ کسی مصلحت کی پرواہ نہیں کی' بے شمار تقریریں کیں کچھ ان کی کتابوں - ''آیات بینات'' اور ''صراط مستقیم'' میں شامل ہیں۔ ''صراط مستقیم'' کو نیشنل بک کونسل کی طرف سے ایوارڈ دیا گیا۔

طلوع اسلام میں سو سے زائد مضمون لکھے' سب قارئین طلوع اسلام گواہ ہیں کہ انہوں نے پرویزؒ صاحب کے بعد ان کے افکار و خیالات کو مشعل راہ بناتے ہوئے کتنے بصیرت افزا مضامین قارئین تک پہنچائے۔

خواتین کے حقوق کی اتنی بڑی علمبردار تھیں کہ محفل میں ذرا کسی نے خواتین کے متعلق کوئی غیر ذمہ دارانہ بات کی کہ انہوں نے اسے دھر لیا اور دلائل و براہین سے اپنی بات مخاطب کو پہنچا کر اسے قائل کر کے چھوڑا۔

کون مسلمان ہے جو اللہ کے فرمان کے آگے سر نہ جھکائے گا اور وہ اپنی بات کی سند ہمیشہ اللہ کے کلام سے لاتی تھیں۔ قدامت پسندی انہیں چھو کر بھی نہیں گزری تھیں - گھریلو خاتون تھیں مگر سیاست عالم پر نظر رکھتی تھیں - فلسطینیوں کی حالت پر انہیں تشویش میں مبتلا دیکھا' عراق پر بمباری کے دنوں میں انہیں افسردہ پایا' بوسنیا کے سانحوں پر انہیں اشک بار

دیکھا۔ ریڈیو' ٹی وی پر کوئی بات سنی' دیکھی' جھٹ سے نوٹس لیا۔ اس کا ریفرنس دے کر پوچھا ۔ آپ کا کیا خیال ہے۔
وطن عزیز کی سیاست پہ اکثر تشویش کا اظہار کرتیں' بھائی آپ کہیں ۔ اب کیا ہو گا ۔ فلاں شخص نے یوں کیوں کیا' حالات کیا رخ اختیار کر رہے ہیں ۔ ہم کیا سوچ رہے ہیں' یہ لوگ کس طرف رخ کئے ہیں۔ کبھی کبھار جنگ یا نوائے وقت میں چھپنے والے مضمون کی خبران کی مبارکباد سے ملتی' صبح صبح ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی بات مضمون کی داد سے شروع ہوتی اور داد ہی پر ختم ہوتی۔ انہیں معلوم تھا ہم جیسی سوچ (ہم لوگوں کی سوچ جیسی سوچ' ہمارے جیسے خیالات) ابھی بڑے محدود حلقے تک پذیرائی پا سکی ہے۔ مگر اسے پھیلائے چلے جانا ہمارا فریضہ ہے۔ ہم اپنا فریضہ اپنے وسائل کے مطابق اپنی ہمتوں کے مطابق ادا کرتے چلے جائیں ۔ نتائج کی ذمہ داری ہماری نہیں ۔ ہمیں اپنے فرض سے غافل نہیں ہونا چاہئے' وہ معاشرہ جو قرآن تشکیل دینا چاہتا ہے ہم حتی القدور اس کی نشان دہی کرتے چلے جائیں اپنے افکار سے اپنے افعال سے ۔

اکثر ہم لوگ خود کو باتوں کی حد تک تو عام معاشرے میں مروج باتوں سے بلند تر ہونے کا چرچا کرتے ہیں مگر دیکھا گیا ہے کہ عید بقرعید اور دوسرے تہواروں پر گھروں میں وہی رسم و رواج چلتے ہیں' تقریبات اور وہی تکلفات۔ ان کا گھرانہ ہر قسم کی توہمات اور رسوم سے پاک اور ماحول ہر قسم کی گھٹن اور تاریکی سے ناآشنا' فکر قرآنی سے روشن گھرانہ رہا ہے۔

کیا یہ بات حیران کن نہیں ہے کہ اس دور کی ایک پڑھی لکھی خاتون نے عمر بھر کوئی زیور نہیں پہنا' کوئی نمائشی لباس زیب تن نہیں کیا' یہ نہیں کہ وہ زندگی کے لطیف پہلوؤں کو زاہدان خشک کی طرح ناپسندیدہ گردانتی تھیں۔ زندگی کے پہلوؤں سے انہیں گہرا لگاؤ تھا' کہیں مشاعرہ ہوتا تو ضرور سنتیں' شہر میں تصویروں کی نمائش ہوتی تو اولین فرصت میں ۔ پہلے ہی دن وہاں موجود ہوتیں۔ باغ جناح میں گل داؤدی کی نمائش ہو یا برنی گارڈن میں منعقد ہونے والی موسم بہار کے پھولوں کی نمائش' کبھی ان سے غیر حاضر نہ ہوتیں ۔ گھر میں دو دو گاڑیاں ہوتیں مگر کسی کے پروگرام میں حارج نہ ہونے کے خیال سے اکثر و بیشتر رکشے پہ سفر کرتیں ۔ باغ جناح میں تو اکثر جاتیں ۔ کچھ وقت قائد اعظم لائبریری میں گزارتیں' پھر باغ جناح کی روشوں پہ درختوں سے کلام کرتیں اور ملنے والوں سے پھولوں کی کیاریوں میں نئے کھلے ہوئے پھولوں کا ذکر کرتیں' اچھا شعر' تصویریں اور پھول' لکھنے والوں کو ہمیشہ ہی Inspire کرتے ہیں اور بہتر دنیا کے خواب دیکھنے والوں کا تصور تو ہمیشہ ہی ان ہی سے رنگین رہا ہے ۔ اگرچہ قرآنی معاشرہ کسی خطہ زمین پر موجود نہیں مگر قرآنی فکر کے متوالوں کے ذہن اس سے منور ضرور ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا کو یہ نظارہ دکھا سکتے ہیں' یہی وہ نغمے الاپ سکتے ہیں جو اس گلشن کی ہواؤں کے دوش پر رقصاں نظر آتے ہیں جو ابھی ناآفریدہ ہے۔ غالب نے یونہی تو نہیں کہا تھا۔

میں عندلیبِ گلشنِ ناآفریدہ ہوں

جگر فگار

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر

GABRIEL'S WING

If the stars wander from their path
-- is heaven mine, or yours?
Should I care how the world goes?
is the world then mine, or Yours?
If all eternity be void of passion's storms,
whose fault,
God! that eternity should be so barren
-- mine, or Yours?
How could an Angel dare, in time's first dawning,
to rebel?
Should I know that? whose confidant was Satan
-- mine, or Yours?
Gabriel is Yours, Muhammad Yours, Yours the Quran;
yet in
Their gracious words, whose inmost soul is written
-- mine, or Yours?
And Man, that thing of dust,
that star whose shining lights Your World --
To whose loss will it be if his race sicken:
mine, or yours?

غزل

اگر کج رو ہیں انجم، آسماں تیرا ہے یا میرا؟
مجھے فکر جہاں کیوں ہو؟ جہاں تیرا ہے یا میرا ؟

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی
خطا کس کی ہے یارب ! لامکاں تیرا ہے یا میرا ؟

اسے صبح ازل انکار کی جرات ہوئی کیوں کر ؟
مجھے معلوم کیا ! وہ رازداں تیرا ہے یا میرا ؟

محمدؐ بھی ترا جبریل بھی قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا ؟

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوال آدم خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا ؟

(بال جبریل)

جبریل و ابلیس

جبریل

ہمدم دیرینہ! کیسا ہے جہان رنگ و بو؟

ابلیس

سوز و ساز و درد و داغ و جستجوے و آرزو !

جبریل

ہر گھڑی افلاک پر رہتی ہے تیری گفتگو
کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاک دامن ہو رفو؟

ابلیس

آہ اے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے
کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبو !
اب یہاں میری گذر ممکن نہیں ممکن نہیں
کس قدر خاموش ہے یہ عالم بے کاخ دکو !
جس کی نومیدی سے ہو سوز درون کائنات
اس کے حق میں **تقنطوا** اچھا ہے یا **لا تقنطوا**

جبریل

کھو دیئے انکار سے تو نے مقامات بلند
چشم یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو !

ابلیس

ہے مری جرات سے مشت خاک میں ذوق نمو
میرے فتنے جامہ عقل و خرد کا تارو پو !
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزم خیر و شر
کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے؟ میں کہ تو؟
خضر بھی بے دست و پا الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم دریا بہ دریا جو بہ جو !
گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو؟
میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط ! **اللہ ھو اللہ ھو اللہ ھو** !

(بال جبریل)

GABRIEL AND SATAN

GABRIEL

Comrade of ancient days! how fares the world of sight and sound?

SATAN

In fire and rage and grief and pain and hope and longing drowned.

GABRIEL

No hour goes by in Paradise but your name is spoken there;
Is it not possible that rent robe that you wear be mended?

SATAN

Ah, Gabriel! you have never guessed my mystery; alas---
Maddened for ever I left upon Heaven's floor my broken glass.
Impossible, oh! impossible I should dwell here again;
Silent, how silent all this realm -- no palace, no loud lane!
I whose despair is the fire by which the universe is stirred,
What should I do -- all hope renounce, or hope yet in God's word?

GABRIEL

Your mutiny has put our high estate in Heaven to shame;
In the Creator's eye what credit now can angels claim?

SATAN

But in man's pinch of dust my daring spirit has breathed ambition,
The warp and woof of mind and reason are woven of my sedition.
The deeps of good and ill you only see from land's far verge:
Which of us is it, you or I, that dares the tempest scourge?
Your ministers and your prophets are pale shades: the storms I teem
Roll down ocean by ocean, river by river, stream by stream!
Ask this of God, when next you stand alone within His sight--
Whose blood is it has painted Man's long history so bright?
In the heart of the Almighty like a pricking thorn I lie;
Your only cry for ever God, oh God, oh God most high!

IQBAL, THE POET AND THINKER

"Iqbal was concerned with man as a social being and though he very often used trifling themes and borrowed the stocks of imagery and symbolism from the old Persian poetry (rose; nightingale; wine-cup and wine pourer, etc.), it was because he grappled with great questions of this world in the light of the Holy Quran, that he has a place in the history of the twentieth century. It came naturally to him to write verses in which God and Satan spoke to the Poet ."

(Izaz-u-din Ahmad Khan)

تفسیرالقرآن از سرسید احمد خان

سرسید احمد خان کی شہرہ آفاق قرآن مجید کی تفسیر جس پر علماء نے ان پر نیچری کی پھبتی کسی اور کفر کا فتویٰ لگایا۔
1902 کے بعد پہلی دفعہ ایک ہی جلد میں شائع کی گئی ہے۔ صفحات 1200 سے زائد قیمت -/450 روپے

پروفیسر رفیع اللہ شہاب کی کتب

اسلامی معاشرہ	قیمت -/75 روپے
منصب حکومت اور مسلمان عورت	قیمت -/75 روپے
کرایہ مکانات کی شرعی حیثیت	قیمت -/95 روپے
عربی خود سیکھیے	قیمت -/60 روپے
عربی خود بولیے	قیمت -/60 روپے
سیرت قائد اعظم	قیمت -/250 روپے
HISTORY OF PAKISTAN	قیمت -/150 روپے
ملا یا اسلام از پروفیسر علی حسن مظفر	قیمت -/80 روپے
جاگ مسلمان جاگ از پروفیسر علی حسن مظفر	قیمت -/50 روپے

ملنے کا پتہ

دوست ایسوسی ایٹس

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

یہ کتابیں طلوع اسلام ٹرسٹ سے بھی دستیاب ہیں

DARS-E-QURAN

(Recorded Lectures of Allama Parwez (r)

BOOKS AND MAGAZINE TOLU-E-ISLAM ARE ALSO AVAILABLE AT THE FOLLOWING PLACES.

1.	**CANADA** P.O.Box 21115, Jane Finch R.P.O 3975 Jane St. Downsview ONT M3A 3A3	Sunday 11AM
2.	**DENMARK** Nattergaleveg 98, St Tv., 2400 Copenhagen NV	Last Sat 2 PM
3.	Residence Ubaid-Ur-Rahman Arain Phone 5316273	Friday 6:15PM
4.	**NORWAY** Akeberg Veien-56, Oslo-6 Galgeberg, 4th floor	1st Sun 4PM
5.	**UNITED KINGDIM**	
(i)	**Birmingham** 229 Alum Rock Road	Sunday 3PM
(ii)	**London** 76 Park Road Ilford Essex Phone 081-553-1896	1st Sun 2:30PM
(iii)	**Yardley** 633 Church Road, Yardley, Birmingham B33 8HA (Phone 021-628-3718)	Last Sun 2PM
(iv)	**Essex** 50 Arlington Road, Southend-on-Sea ESSEX SS2 4UW, Phone 0702-618819	2nd Sun 3PM
(v)	**Yorkshire** Cardigan Community Centre 145-49 Cardigan Road LEEDS-6 Contact M. Afzal Phone 0532-306140	1st Sun 3PM
6.	**ON AIR** **Dars-e-Quran on TV-9** Oslo (NORWAY)	Thursday 21:00PM

کراچی صدر اور حیدر آباد (قاسم آباد) سندھ
میں

سلسلہ وار درس قرآن کریم کا اہتمام (بذریعہ ویڈیو کیسٹ) مندرجہ ذیل مقامات پر کیا گیا ہے

شہر و مقام		دن	وقت
کراچی صدر	فاروق ہوٹل ہال - زیب النساء سٹریٹ بالمقابل فٹ رائٹ شوز شاپ	جمعۃ المبارک	10 بجے صبح
حیدر آباد	12-B حیدر آباد ٹاؤن فیز 2 بالمقابل نسیم نگر قاسم آباد	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر

دعوت عام ہے تشریف لائیں

قرآنی لٹریچر۔ جملہ مطبوعات طلوع اسلام ٹرسٹ' مجلّہ طلوع اسلام کے تازہ شمارے درس کے دوران 35% رعایت کے ساتھ حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

رابطہ: ایاز حسین انصاری نمائندہ بزم طلوع اسلام کراچی صدر
بزم طلوع اسلام قاسم آباد حیدر آباد (سندھ)

ٹیلی فون: کراچی 4571919 حیدر آباد 654906

INFORMATION

سید ریاض الحسن صاحب بوجوہ اب ادارے کی ملازمت میں نہیں رہے۔ قارئین نوٹ فرمالیں!

(ادارہ)

bright not with the oil of worldly means and ways but with the blood of our hearts. The journey is tough, the way is strewn with nets spread by professional religious leaders. The only way to reach our cherished destination is, despite these obstacles, the Quranic way:-

واعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا

(3:102)

"And hold fast - all together, the Rope [Quran] which Allah [stretches out for you], and be not divided among yourselves"

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں

اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار !

Dive deep into the Quran O' man of Faith,

May Allah grant you a personality, unique!

If we do not heed the Quranic warning and mend our ways in accordance with Allah's laws, then, we might as well know the fate awaiting us. Says the Quran:-

و ان تتولوا یستبدل قوما غیر کم لا ثمر لایکونوا امثالکم

(47:38)

"If you turn back from Allah's path, Allah will substitute in your place another people who would not be like you".

This is the divine Principle we should harken and fear, for Allah may not give us moments of respite again and again;-

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم !

[نظریہ پاکستان] to guide the Nation towards its real goal. *Until and unless we have a leader at the helm of affairs who understands the Quran and the Islamic Ideology, it is well nigh impossible to reach our cherished destination.* A political leader who considered Allah's 'Deen', Al-Islam as nothing more than kind of private relationship between man and his Creator, is not the right type of leader for the State demanded in the name of Islam.

4) Until and unless we include in our Constitution a clause to the effect that belief in the existence of separate nationalities in the Muslim Nation is contrary to Islam and a treason against the State, neither a united nation can come into existence nor can Pakistan remain secure.

5) Until and unless the people are told that the Ideology of Pakistan in the words of the Quran is:-

فاحكم بينهم بما انزل الله (5:48)

"Establish the Govt: in accordance with the Book revealed by Allah".

the first step towards achieving the objective of Pakistan cannot be taken.

6) Until and unless we accept the stark reality that the Islam being practised today in Pakistan [and else where] is not the 'Deen' sent down by Allah, but the self-made religion of man which has divided people into sects and parties, there cannot be created within us that internal change of heart which is so very essential for bringing about a revolutionary change in our external condition. Unfortunately we are trying to change the society without first changing the 'inner self' and strangely enough we call this "Revival of Islam" [احیاء اسلام] In fact this amounts to throwing a challenge to Allah's law in verse 13:11. Shall we change our thinking before it is too late?

To reconvert the currently prevalent religion once again into Allah's 'Deen', we shall have to light the lamps of the Quranic knowledge and education. These lamps will have to be kept burning

قرآن کو بازیچہ اطفال بنا کر

چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

The priest-hood seem to consider the `Deen' enshrined in the Quran as some kind of children's game. They change it as and when they like, to suit their own cult and dogma.

The day we recognise this truth, the psychological change inside us considered by the Quran absolutely essential in order to bring about an external revolution, will come about automatically. that day we would reject outright the legislation like "shariat Bill recently introduced by the Senate, because it accepts and sanctions the existence of religious sect in Allah's `Deen' Al-Islam. Remember! the Islamic State connotes only that State which is based on and is in fullest consonance with the *Permanent Quranic Values*; and any other state lacking in this foundation, will not be Islamic, established though it may have been by the so-called Muslims themselves. An Islamic State is thus an agency for the enforcement of Quranic injunctions and laws made in compliance with principles enumerated therein.

Dear friends! In this age of materialism when all values have ceased to be values, you may consider my attachment to eternal values as old-fashioned or a mad man's dream; but I cannot desist from saying that the foundation of Pakistan was built upon the "Two - Nation Theory", which is a Quranic concept [64:2]. Therefore:-

1) Until and unless we insert a clause in our Constitution to the effect that the basis of nationality in Islam is oneness of Ideology and not the country, neither our state nor our constitution could be called Islamic.

2) Until and unless the "Two - Nation Theory" which was the basis of Pakistan's Ideology, is included in the educational curriculum so that the new generation are kept informed about the purpose for which Pakistan was created, the future of Pakistan cannot be ensured. Allama Iqbal once stated that the truth about the "Two - Nation Theory" can be understood by those who have an insight into the principles of Islam; the reality of this Theory cannot be comprehended through political glasses alone.

3) It is the height of misfortune for Pakistan that after the Quaid-e-Azam, we did not have a single leader who understood Islamic Ideology or Pakistan's Ideology

delivered to them by their `Rasul'. Islam, on the other hand, does make such a claim which is verified and fully supported by an impartial testimony of even non-Muslim historians. What the Muslims have done with this Great Book is another story. We have made it " ﻣﮩﺠﻮﺭ " [rigid and tongue - tied] as explained earlier.

Allah's `Deen', Islam, is a code of laws revealed by Allah through His Rasul, Muhammad [P], for the guidance of the whole of mankind, and which are fully preserved in this Book of Allah, known as the Quran, and they constitute what we may call the unchangeable principles and/or Permanent Values. *In other words the `Deen' and [illegible] sides of the same coin. Allah's `Deen' is in the*
uran [it cannot be anywhere else] and what is not in the Quran is not
een'. What a pity that our religious leaders fail to understand and
cept this basic truth!. Allah's Rasul [P] was the first believer of the
een' [2:285]. He followed it in letter and spirit and decided all
tters in accordance with the Divine Code. The Quran and Quran
ne was the Constitution of the First Islamic State established by
Apostle in Medina. The result was that the Muslims of the first
riod touched the heights of glory. This is the "Sunnat" [Tradition]
t we should have followed in framing Constitution of the Second
amic State, but what did we do. We made the Quran " ﻣﮩﺠﻮﺭ "
gid and tongue - tied] subservient to our self - made religion and
riat. The result is before us - strife and dissention in the ranks of
Ummah.

Islam - Allah's Deen - emphatically advances the claim that if [illegible] in complete subordination to the Quranic Permanent Values, it will be rid of all the travails and troubles in which the entire world of the present day finds itself; condemning humanity to a hellish life despite the wonderful and awe-inspiring material and scientific advancement. The order of life according to these Permanent Values is termed as the Quranic Social Order, or in other words, the Islamic State. The Muslims of the Sub-Continent wanted to make Pakistan an Islamic State. However, after the establishment of Pakistan, Muslims of Pakistan made it a safe haven for religious sects in complete violation of the Quranic injunctions [30:31 - 32, 6:160]. As said earlier, where-ever you find religious sects you can be sure of a complete absence there of `Deen' and Tauheed [Oneness of Allah]. Since the Muslims of Pakistan are split into sects the inevitable conclusion is that Islam being practised in Pakistan [and else-where in the world] is NOT the `Deen' sent down to us by Allah but man-made religion and Shariat. In the words of Allama Iqbal:-

for the establishment of this order it would be necessary to remove from the way the currently practised religion [Mazhab] and replace it with Allah's `Deen'. Without this change, we cannot change our destiny. Our destiny lies in our own hands. What we need is a change of heart [تغیر نفس] to resume the pursuit of the Quranic values.

For bringing about this psychological transformation within us it is necessary to evolve a process for spreading the message of the Quran that is continuous, lasting and widespread, like a network of perennially flowing streams of Quranic knowledge and teaching. By Quranic teaching is not meant the kind of hackneyed instruction being imparted in religious schools. Quranic teaching should be such that it develops in the student a deep insight that ultimately leads him to the firm belief that this Great Book contains the one and only complete system of life for mankind formulating the right solutions to the difficulties and problems confronting us. This would necessitate over-hauling of our present education system and basing it on our Ideology. With-out such a firm, fundamental, drastic step there can be no way out of the quagmire of destruction surrounding our society.

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تم نے — وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

The lamps you put out as of no avail,

Unless re-lit, the darkness will prevail.

Summing Up

The great lesson that the Quran teaches us is that individuals as well as nations are the architects of their own fate. Their destiny lies in their own hands. If they choose to defy the Divine Order, they bring irretrievable ruin on themselves. If, on the other hand, they live in harmony with the eternal moral Order and pursue the Quranic values, an unlimited vista of progress lies before them.

The `Rasul', the Messenger of Allah [P] received these Quranic values [Divine Laws] through revelation and delivered them to mankind. So long as these laws remain in their original form and pristine glory, they constitute what is termed as `Deen', but when they are tampered with and corrupted, they fall from the high pedestal and become what is known as religion [Mazhab]; and that is why, among all the religions of the world, only Islam deserves to be styled as a `Deen'. As a matter of fact, no other religion makes a claim, that it possesses a revealed book, word for word, and letter for letter as

the `Rabb' [Sustainer] of all mankind. His laws protect the interest of each and every man. His laws, consequently, provide a secure foundation for the world peace and peace within. In Islam this foundation is called "Tauhid", i.e., oneness. "*Tauhid signifies one set of laws of the One Allah for the One Creation - mankind.* The social Order which is based on this foundation is `Deen' and is one for all humanity. This Deen is enshrined only in the verses of the Quran because of all the Books of the revealed `Deens' [Systems of life], the Quran is the only one that has remained intact in precisely the same form in which it was revealed to Hazrat Muhammad [P] who delivered it to mankind.

This truth is beginning to dawn on the minds of Western thinkers. If full realisation does not come to them the fault will lie with the Muslims who received the Divine Law fourteen centuries ago and have not yet expounded it and interpreted it to mankind. The Muslims should know that the scientific outlook has sunk deep into the modern mind and the modern man speaks the language of science. The Quran says: "Mankind is one community" [2:213]. It is far easier for modern man to understand this truth than it was for his fore-bears fourteen hundred years ago. Man can come into his own only as a member of a universal brother-hood. The Quran sought to establish such a brother-hood, and did establish it within the domain in which Quranic laws prevailed.

The economic problem is indeed the gravest of all the problems of the present age, and neither Capitalism nor Communism offers an adequate and effective solution to it. The God-less Communist system of life has already collapsed as is evident from far-reaching developments, presently taking place in the communist world. Capitalism, a fertile source of misery for mankind and thus an inhuman system, will certainly be abandoned when men become more enlightened and have clearer perception of their real interests. It is the Islamic system which shows the path of redemption in the economic sphere also. About this Islamic System the Quran says:-

> "He who enters it, is safe" [3:96].

It further says:-

> "It is this system which shall prevail over all man-made systems, no matter how intensely the non-believers may detest it" [9:33].

The Muslims of Pakistan [nay, men all over the world] should address themselves to the task of building up this Quranic Social Order, in which rests the hope of Pakistan and humanity. Obviously

Cosmic Process

Evolutionary changes take place in the outer universe automatically, according to the Divine plan, and by stages, each involving thousands and thousands of years to accomplish. This is cosmic process. In the case of man, however, this process works in a some-what different way. Man [and here we mean man not travelling in the light of Divine guidance] when pressed by circumstances to modify any existing state of affairs, adopts a course which he thinks the best, works on it strenuously day in and day out, but finds at the end that the course adopted was wrong. He abandons it and embarks upon another course. This he has to repeat time and again. Even when he reaches his destination, the labour involved and the time spent is not commensurate with the result achieved - the span of human life is so short and the distance to be travelled so lengthy, This process of "trial and error" is another form of cosmic process, Man has, however, not been left in wilderness to find his way out, unaided by a guide or without any sign-posts on his way. He has been blessed with Divine Guidance. If he adopts the course suggested by it straightaway, not only is he protected against pitfalls but the time taken to reach the goal also shrinks from cosmic reckoning to human calendar.

Fourteen hundred years ago, a group of believers made this experiment most successfully, which, apart from the miraculous results it produced, proved that neither the Quranic Social System was a utopia nor the programme laid down to establish it was unworkable. Their later generations, however, abandoned that course, with the result that they met the same fate as did the past nations who acted similarly. [This, by the way, is the (negative) proof of the validity of the Divine Law governing the rise and fall of nations]. This Divine course is still there and can be taken up by any nation who wishes to reach human destination safely and within the shortest possible time:-

و قل الحق من ربكم قف فمن شاء فليوء من و من شاء فليكفر لا

(18:29)

"Say: The truth from your 'Rabb' is there; so let whosoever wills accept, and let whosoever wills reject."

The Truth

Man-made laws merely safeguard the interest of a particular group. Such laws will not be acceptable to other groups; but Allah is

determined by Allah for mankind. To convert this `Deen' of Allah into a religion is a conspiracy of the highest order.

The Quran goes on to say:-

يايها الذين امنو هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم ○ (6:10)

"O'ye who Believe! shall we tell you of a trade that will save you from an agonising torment?"

What is this trade?

تومنون بالله و رسوله و تجاهد ون فى سبيل الله باموالكم و انفسكم ذ

الكم خير لكم ان كنتم تعلمون (61:11)

"This, that you become believers in Allah and in His Apostle. That is to say that you accept wholeheartedly the truth of the Divine System being given shape to by the Apostle. Give full allegiance to it, endeavour and persevere your utmost in establishing and strengthening it, and if need be to stake even your lives for it. If you think and ponder with all the knowledge and wisdom that you possess, you will yourselves realise how profitable this business is for you [See also 9:1].

The Quran says further that all this will not be done by Allah on his own. Allah's plan and programme is put into action in this world of man through the agency of man himself. Therefore, "O'ye Believers" for the establishment of this Quranic System "be ye the arms and hands of Allah [انصار الله]. And when you have become so, Allah will bless you with triumph and victory"[61:14].

This, dear friends, is the Quranic remedy of the mental confusion and practical chaos we are afflicted with. You may, however, ask why this Quranic System is nowhere visible, not even in any Muslim Country, although the Quran has been with us for fourteen centuries. The answer is that cosmic processes work slowly, very slowly. It is only by taking a long-term view that we can perceive the trend of a world process. To quote the Quran: "But Lo! A day with Allah is equal to a thousand years as ye reckon"[22:47]. The whole of humanity can move only slowly towards this objective. The point requires further elucidation.

يا يها الذين امنوا امنو بالله و رسوله و الكتب الذي نزل على رسوله

(4:136)

The common translation of this verse is, "Oh'ye Believers, Believe in Allah and in His Apostle, and in the Book which Allah has sent through His Apostle....." It is food for thought that the very people Allah addresses as "O'ye Believers" are invited to believe in Allah and His apostle. A people who descend to the level of religions but still claim to be followers of the True 'Deen' the Quran isolates them from the followers of other religions and allows them to retain their national identity and so they are addressed as "O'ye Believers". But since they have forsaken the Objective determined by Allah they are told to put before them once again the same objective and strive for it with renewed vigour. This has been elucidated further in Sura Saff [61] verse 8:-

يريدون ليطفوا نور الله بافوا ههم و الله مم نوره و لو كره الكافرون

(61:8)(Also 9:32)

"Their [infidels'] intentions are to blow out with their breath this Divine Light, but Allah will see to it that this Light is made perfect and final irrespective of the great dislike and opposition of Non-Believers".

The next verse clarifies what this Divine Light means:-

هو الذى ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و لوكره المشركون

(61:9)(Also 9:33, 48:28)

"Allah is He who sent His Apostle [P] with a system of life and the true 'Deen' so that it may prevail over all other man-made systems of the world. even though the infidels find it hard to bear".

It is obvious that this Light, which the infidels have always been trying to extinguish can only be the System of life [Deen]

this unity into bits is identical to breaking up the unity of Allah. That's why creation of sects, according to the Quran, is a cardinal sin [شرک] [30:31, 6:160]. *Therefore wherever you find sects you can be sure of a complete absence there of either `Deen' or Unity of Allah* [توحید].

Since the Muslims of Pakistan [and the World over] are split into various sects and parties the inevitable conclusion is that the Islam being practised here is NOT the `Deen' sent down to us by Allah, but the self-made religion [Mazhab] of men. And being a religion, not a `Deen' it naturally lacks the capabilities of meeting the requirements of the time. The day we recognise this truth the psychological change inside us, considered by the Quran absolutely essential in order to bring about an external revolution, will come about automatically. O' that we could think and ponder!.

In order to remould our hopelessly disunited people into one united Ummah *it is absolutely imperative firstly to realise* that the Islam we practise today is not the `Deen' sent down by Allah, but the self-made religion of men, and *then try to reconvert* with all sincerity and earnestness this sect - ridden religion into Allah's Deen. We'll have to tell our rulers in clear terms that Muslims of the Sub-continent had not striven for the creation of Pakistan in order to strengthen religious sects. The clear objective of Pakistan was to establish in this land the `Deen' of Allah- which was the constitution of the First Islamic State formed by the Apostle in Medina. This is the `Deen' on which the constitution of the Second Islamic State [Pakistan] should have been based. That would have been in the best tradition of the Apostle [P]. But we pushed the Quran and the Tradition of the Apostle into the background and established instead the reign of religion [Mazhab]. How can we get out of this quagmire?

How to get out of the Quagmire

When the people of ages gone by sank to the plane on which we are today, Allah sent among them another Apostle who established Allah's `Deen' once again. This process stopped with the descent of the Holy Quran which contains in it a system so complete, unchangeable and indestructible, and a source of eternal guidance for all mankind that there remained no further need for more Apostles. So we have been told that if our `Deen' degenerates into religion what we should do is to put before us anew the Quranic objective of making the Divine System of life [Deen] prevail over all other man-made systems of the world. Just observe in what facile manner the Quran expounds this:-

ALLAH'S LAW OF CHANGING CONDITION OF A PEOPLE-4

By
(Izaz Ud Din Ahmed Khan)

Continued

`Deen' and `Mazhab'

All the Apostles received from Allah the same `Deen' i.e., the system of life determined by Allah for mankind [42:13]. It is a note-worthy point that the Quran refers to Islam as Allah's `Deen'[3:19, 3:83]. He has not attributed his `Deen' to any Apostle leave alone other ordinary mortals. The Apostles delivered to the people Allah's `Deen' only, not their own. Subsequently when, based on the views of the exponents of Muslim thought and jurisprudence, various forms and practices creptin, the `Deen' was converted into `Mazhab'[religion]. The word `Mazhab' means a school of thought whereas the `Deen' is a way of life ordained by Allah.

The great objective and design of Islam and its practical system [Deen] is to remove the differences and divisions between Man and Man and to mould mankind into one Universal brotherhood. But when the pristine purity of the `Deen' is adulterated by human thoughts and views, various self-styled schools of religious thought spring up dividing the Ummah into Religious sects and parties. The religious leadership [مذہبی پیشوائیت], in order to retain its hold and authority, perpetuates the break up of Ummah into sects by various means. Their main emphasis is on [اسلاف پرستی]- following in the footsteps of forefathers - because in this way their authority remains firmly established. `Deen' really means constantly subjecting all your thoughts and actions, in the light of Divine Revelation, to intellect and reason. `Mazhab'[self made system of man] on the other hand tells us that in the worship of God the use of intellect and reason is taboo. What ever has been the custom coming down to us from our ancestors should be followed blindly and absolutely. This is called `Taqleed'[Following in the footsteps of forefathers]. Our religious leaders, using the way of our ancestors as a pretext, make us do whatever they like. And in this way they take us away from the way of Allah, i.e., away from His True `Deen'.

In Allah's `Deen' creation of sects is regarded as disbelief in the unity of Allah. Unity of the Creator has of necessity to manifest itself in the unity of Ummah, rather of all mankind. Thus breaking up